قدرداں حیدرآباد

آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
کے ذخائر سے اخذ کردہ مواد کی بنیاد پر قلمبند کئے گئے
تحقیقی مضامین کا مجموعہ

ڈاکٹر سیّد داؤد اشرف

شگوفہ پبلیکیشنز
۳۱۔ مجردگاہ، معظم جاہی مارکٹ، حیدرآباد۔ ۱

Qadrdan Hyderabad
Collection of research articles
By :- Dr. Syed Dawood Ashraf

سن اشاعت	ڈسمبر ۱۹۹۶ء
تعداد	۵۰۰
کمپوزنگ و طباعت	اسپیڈ پرنٹس، سعید آباد۔ حیدرآباد
	فون نمبر 4063538
سرورق	سعادت علی خان
طباعت سرورق	پرنٹائپ، لکڑی کا پل۔ حیدرآباد۔ ۴
قیمت	۱۰۰ روپے
ناشر	شگوفہ پبلیکیشنز
ملنے کے پتے	دفتر ماہنامہ شگوفہ
	۳۱ مجرد گاہ، معظم جاہی مارکٹ۔ حیدرآباد۔ ۱
	حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان۔ حیدرآباد

فہرست مضامین

پیش لفظ

حیدرآباد پر میری پچھلی تصنیف " نقوش تاباں " دو سال قبل دسمبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہوئی تھی ۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد لکھے گئے اپنے تمام مضامین کے مجموعے کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی بجائے میں نے مناسب سمجھا کہ ان مضامین کا ایسا انتخاب شائع کیا جائے جس سے حیدرآباد کی جانب سے کی گئی علم و ادب کی سرپرستی اور قدردانی کے واقعات اور حقائق منظرعام پر آئیں ۔ یہی نہیں بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے اور " دھرم کانٹے " پر تولے جانے کے بعد پہلی بار ان واقعات اور حقائق کو مکمل سندِ توثیق حاصل ہوگئی ہے ۔ میں نے اس سلسلے میں آرکائیوز کے ریکارڈ کی چھان بین مکمل احتیاط کے ساتھ کی ہے اور ہر طرح اطمینان کرلیا ہے کہ جو باتیں بیان کی جارہی ہیں ان کے تعلق سے شک و شبہ کی قطعی کوئی گنجائش نہ رہے ۔ ان مضامین کے ذریعہ وہ قدرداں حیدرآباد قارئین کی نظروں میں ابھرے گا جس کے وقار اور بلندی کو ہر دور کے لئے مثال تسلیم کیا جاسکتا ہے ۔

حیدرآباد پر میری پہلی کتاب " بیرونی مشاہیر ادب اور حیدرآباد " جیسا کہ نام سے ظاہر ہے بیرون ریاست حیدرآباد کے ان مشاہیر پر لکھے گئے مضامین پر مشتمل ہے جو اردو علم و ادب میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی حیدرآباد نے دل کھول کر سرپرستی اور قدردانی کی تھی ۔ دوسری کتاب " حاصل تحقیق " اور تیسری کتاب " نقوش تاباں " میں شامل مضامین سے علم و ادب اور ہنر کی قدر افزائی کے علاوہ حیدرآباد کی مذہبی رواداری اور دیگر صحت مند روایات پر روشنی پڑتی ہے ۔

اس کتاب " قدرداں حیدرآباد " کے مضامین کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ سابق حیدرآباد میں اہم لغات اور تصانیف کی تیاری و اشاعت کے لئے منصوبہ بند انداز میں مالی اعانت کی جاتی تھی ۔ بیش قیمت اور نایاب مخطوطات کے بہتر تحفظ کے لئے تمام ممکنہ اقدامات کئے جاتے تھے ۔ اہل علم اور باکمال شخصیتوں کی

علم دوست حکمران اور کتابیں

آصف جاہی خاندان اور سابق ریاست حیدرآباد کے ساتویں اور آخری حکمران نواب میر عثمان علی خان آصف سابع (دور حکمرانی ۱۹۱۱ء - ۱۹۴۸ء) کو علم و ادب سے گہرا لگاؤ تھا ۔ اس گہرے لگاؤ نے علمی و ادبی کتابوں کی قدر دانی اور ان کی اشاعت کے لئے مالی اعانت اور سرپرستی کی شکل اختیار کرلی تھی ۔ علم دوست امراء و روساء مصنفین کی تصانیف اور مرتب کردہ کتابوں کی اشاعت اور اشاعت کے بعد خریدی کتب کے لئے فیاضی کے ساتھ امالی اعانت کیا کرتے تھے اور اب بھی اس زمرے سے تعلق رکھنے والے حضرات اس کام کے لئے پیچھے نہیں ہٹتے ۔ لیکن نواب میر عثمان علی خان نے اس سلسلے میں اپنی اور اپنی حکومت کی ایک خاص پالیسی متعین کی تھی ۔ وہ صرف کسی ادیب یا محقق کی بطور چاریٹی Charity یا حوصلہ افزائی کے لئے مدد کردینے سے بڑھ کر علمی، تحقیقی اور ادبی تصانیف کی تیاری، ترتیب اور طباعت کے پراجکٹوں کے لئے منصوبہ بند انداز میں بھاری رقومات ایصال کرتے تھے ۔ اس پالیسی پر عمل آوری کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کے کام باقاعدگی کے ساتھ منصوبہ بند میں انجام پاتے تھے ۔ اس قسم کے پراجکٹوں کے لئے نواب میر عثمان علی خان نے جو مالی مدد کی تھی اس کے بغیر علم و ادب کے ان کارناموں کی انجام دہی ممکن نہ ہوتی ۔ آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں محفوظ ریکارڈ اور دستاویزات سے حاصل کردہ مستند مواد تحقیق و توثیق کے بعد اس مضمون میں پیش کیا جارہا ہے ۔ اس مضمون میں چند لغات کی تالیف، کتابوں کی تصنیف اور ان کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں دی جانے والی امداد کا احاطہ کیا گیا ہے ۔ ان لغات اور کتابوں کے لئے برسوں تک بڑی رقومات دی گئی تھیں اور ان کاموں کو پراجکٹ کی حیثیت حاصل تھی ۔

حیدرآباد کی مشہور درس گاہ نظام کالج کے ایرانی پروفیسر آقا محمد علی کو ایران جاکر فارسی لغت ترتیب دینے کے لئے تین سو روپے ماہوار مکمل یافت، دوسو روپے پرسنل الاونس اور اخراجات سفر کے ساتھ دوسال کی رخصت منظور کی گئی تھی۔ دوسالہ رخصت کی مدت ختم ہونے پر پروفیسر آقا محمدؐ علی نے مزید ایک سال کے لئے رخصت منظور کرنے کے لئے درخواست بھیجی۔ نواب میر عثمان علی خان نے اپنے فرمان مورخہ ۲۵ / جنوری ۱۹۲۳ء کے ذریعہ نصف تنخواہ کے ساتھ ایک سال کی رخصت منظور کی۔ پروفیسر آقا محمد علی رخصت ختم ہونے پر حیدرآباد کو واپس ہوئے اور نظام کالج میں اپنی خدمت پر رجوع ہوئے۔ ان کی درخواست پر لغت کی ترتیب کے کام میں مدد دینے کی غرض سے بذریعہ فرمان ۱۶ / اگسٹ ۱۹۲۸ء چھ سال کی مدت کے لئے دو سو پچاس روپے ماہانہ تنخواہ پر ایک مددگار اور چالیس روپے ماہوار پر ایک اہلکار کی منظوری دی گئی اس کے علاوہ انھیں ایک چپراسی بھی فراہم کیا گیا اور صادر کے لئے رقمی منظوری بھی دی گئی جب پروفیسر آقا محمد علی مقررہ مدت میں اپنا کام مکمل نہ کرسکے تو اس کام کی تکمیل کے لئے توسیع منظور کی گئی۔ جب لغت مکمل ہوگیا تو باب حکومت (کابینہ) کی سفارش پر نواب میر عثمان علی خان نے اپنے فرمان مورخہ ۵ / اگسٹ ۱۹۴۱ء کے ذریعہ پروفیسر آقا محمد علی کے لئے ساڑھے سات ہزار روپے بطور انعام منظور کئے۔ یہ لغت بعد میں حکومت حیدرآباد کی جانب سے "فرہنگ نظام" کے نام سے پانچ جلدوں میں شائع کیا گیا۔ (اس فرہنگ کی تیاری اور اشاعت کے بارے میں ایک علاحدہ مضمون اس کتاب میں شامل ہے)۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اردو لغات میں پائے جانے والے نقائص سے پاک ایک معیاری اور مستند اردو لغت کی ترتیب و اشاعت کی اسکیم تیار کرکے مالی امداد کی فراہمی کے لئے درخواست کی جس میں انھوں نے استدعا کی کہ اردو کے ایک جامع لغت کی ترتیب کے لئے انھیں ایک ہزار روپے ماہانہ دس سال کی مدت تک دیئے جائیں۔ اس درخواست پر محکمہ تعلیمات، محکمہ فینانس اور باب حکومت نے اردو کے ایک جامع لغت کی ضرورت کو ظاہر کرتے ہوئے مولوی عبدالحق کو اس کام کے لئے ہر پہلو سے موزوں قرار دیا اور چند شرائط کے ساتھ مالی امداد جاری کرنے کی سفارش کی۔

نواب میر عثمان علی خان نے فرمان مورخہ ۴ / اگسٹ ۱۹۳۰ء کے ذریعہ مولوی عبدالحق کو دس سال تک ایک ہزار روپے ماہانہ امداد دینے کے احکام صادر کئے ۔ اردو لغت کی تیاری کے لئے یہ امداد دس سال تک جاری رہی اس کے بعد مولوی عبدالحق کی درخواست پر اس لغت کی طباعت کی غرض سے مونوٹائپ مشین کی خریدی کے احکام دیئے گئے اور پروف ریڈنگ کے لئے مولوی احتشام الدین کا دوسو پچاس روپے کلدار ماہوار پر ایک سال کی مدت کے لئے تقرر عمل میں آیا ۔ اتنے مصارف کے باوجود اردو لغت شائع نہ ہوسکا کیونکہ لغت کا مسودہ حکومت حیدرآباد کے حوالے نہیں کیا گیا تھا ۔

فارسی لغت آصف اللغات کی ۱۷ جلدیں شمس العلماء عزیز جنگ ولا کا ایک نہایت اہم تحقیقی کام ہے ۔ عزیز جنگ ولا کی درخواست پر آصف جاہی خاندان کے چھٹے حکمران نواب میر عثمان علی خان کے والد نواب میر محبوب علی خان (دور حکمرانی ۱۸۸۴ء ۔ ۱۹۱۱ء) نے آصف اللغات کی ہر جلد کے شائع ہونے پر پانچ سو روپے بطور انعام منظور کئے تھے ۔ بعد ازاں عزیز جنگ نے نواب میر عثمان علیخان کے حکمران بننے کے بعد ان کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس میں انھوں نے لکھا کہ آصف اللغات کی ہر جلد کی طباعت کے حقیقی مصارف ایک ہزار چار سو ساٹھ روپے ہیں ۔ جو امداد انھیں حکومت ہند اور حکومت حیدرآباد سے مل رہی ہے اس کی مجموعی رقم ایک ہزار ایک سو اسی روپے ہے اور یہ رقم اصل مصارف سے دوسو اسی روپے کم ہے ۔ یہ رقم وہ اپنی جیب سے ادا کررہے ہیں ۔ لغت کی فروخت سے بھی ان کے نقصان کی پابجائی ممکن نہیں ہے کیونکہ لغت کے تمام نسخے وہ حکومت ، کتب خانوں اور علم دوست حضرات کو بطور نذرانہ پیش کردیتے ہیں ۔ اس درخواست پر نواب میر عثمان علی خان نے فرمان مورخہ ۱۶ / جنوری ۱۹۱۳ء کے ذریعہ حکم دیا کہ آصف اللغات کی ہر جلد پر جو پانچ سو روپے انعام دیا گیا اور آئندہ دیا جائے گا اس میں دوسو اسی روپے فی جلد اضافہ کیا جائے ۔

فرہنگ آصفیہ نہ صرف نہایت مستند اردو لغت ہے بلکہ یہ ایک نہایت اعلیٰ علمی و تحقیقی کارنامہ بھی ہے فرہنگ آصفیہ کی اشاعت اور خریدی کے لئے آصف جاہی خاندان کے چھٹے حکمران نواب میر محبوب علی خان کے عہد میں حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے مالی امداد جاری ہوئی تھی علاوہ ازیں اس کے مولف سید احمد دہلوی کے

نام پچاس روپے ماہوار وظیفہ بھی جاری ہوا تھا۔ نواب میر عثمان علی خان کے ابتدائی عہد حکومت میں سید احمد دہلوی نے ایک معروضہ پیش کیا کہ ان کا وظیفہ ان کے بیٹے کے نام منتقل کر دیا جائے۔ نواب میر عثمان علی خان نے نہ صرف استدعا قبول کرتے ہوئے سید احمد دہلوی کا وظیفہ ان کے بیٹے کے نام منتقل کیا بلکہ سید احمد دہلوی کے لئے دوبارہ بطور خاص پچاس روپے ماہوار تاحیات منظور کئے۔ یہ احکام فرمان مورخہ ۲۳/ فبروری ۱۹۱۵ء کے ذریعہ صادر ہوئے۔ سید احمد دہلوی کو دوبارہ وظیفہ جاری ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد دہلی کی ممتاز علمی و ادبی شخصیتوں نے حکومت ریاست حیدرآباد کے نام ایک محضر روانہ کیا جس میں فرہنگ آصفیہ کی اس کے مولف سید احمد صاحب سے نظر ثانی کروا کے اسے دوبارہ چھاپنے کے لئے مالی امداد دینے کی استدعا کی گئی اس کے علاوہ فرہنگ کا ایک خلاصہ اور لغات النساء علاحدہ چھپوانے کے لئے بھی مالی اعانت کی درخواست کی گئی۔ اس درخواست پر نواب میر عثمان علی خان نے فرمان مورخہ ۲۰/ سپٹمبر ۱۹۱۶ء کے ذریعہ فرہنگ آصفیہ کی طبع ثانی اور اس کی خریدی کے لئے دس ہزار روپے کی منظوری اور خلاصہ فرہنگ کے پانچ سو نسخوں اور لغات النساء کے دو سو پچاس نسخوں کی خریدی کے احکام صادر کئے۔

اردو کے ممتاز ناول نویس اور صاحب طرز انشاء پرداز عبدالحلیم شرر کو نواب میر عثمان علی خان نے اپنی سوانح عمری لکھوانے کے لئے منتخب کیا تھا اور اس کام کے لئے ان کا تقرر سابق میں منظور کئے گئے ایک سو روپے ماہانہ وظیفہ کے علاوہ چار سو روپے ماہوار پر کیا گیا تھا۔ شرر حیدرآباد آکر اس کام کا آغاز کر چکے تھے کہ نواب میر عثمان علی خان نے ارادہ تبدیل کر دیا اور انھوں نے عبدالحلیم شرر سے اپنی سوانح عمری لکھوانے کی بجائے تاریخ اسلام لکھوانے کا ارادہ کیا۔ ۲۷/ اگسٹ ۱۹۱۸ء کو نواب میر عثمان علی خان کے یہ احکام صادر ہوئے کہ چار سو روپے ماہوار کی بجائے پانچ سو روپے ماہوار پر تاریخ اسلام تصنیف کرنے کے لئے عبدالحلیم شرر کا تقرر عمل میں آیا ہے وہ اپنے وطن میں رہ کر اس کام کو انجام دیں۔ عبدالحلیم شرر نے مقررہ مدت میں اس کام کا صرف پہلا حصہ مکمل کیا۔ مقررہ مدت میں کام مکمل نہ ہونے پر شرر کی درخواست پر اس کام کے لئے ایک سال کی توسیع دی گئی۔ توسیع شدہ مدت کے ختم ہونے پر عبدالحلیم شرر نے مزید

توسیع منظور کرنے کے لئے درخواست دی لیکن ان کی درخواست نامنظور ہوئی اور منظورہ ماہوار رقم موقوف کر دی گئی۔ شرر کو تاریخ اسلام کے دوسرے حصے کو مکمل کرنے میں مزید ایک سال دو ماہ لگے اور انھوں نے اس تکمیل شدہ کام کو ایک درخواست کے ساتھ روانہ کیا جس پر نواب میر عثمان علی خان نے ۷/ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو یہ احکام جاری کئے کہ عبدالحلیم شرر تین سال کے بعد بلا ماہوار کام کر رہے تھے۔ تاریخ مسدودی ماہوار سے کام مکمل کرنے کی تاریخ تک جو مدت ہوتی ہے اس مدت کے لئے انھیں سابقہ شرح ماہوار کے حساب سے یکمشت رقم ادا کر دی جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں شرر کو ایک سال دو ماہ کا معاوضہ ایصال کر دیا گیا۔ اس طرح عبدالحلیم شرر نے تاریخ اسلام کی دو جلدیں چار سال دو ماہ میں تصنیف کیں جس کا معاوضہ انھیں پچیس ہزار روپے ادا کیا گیا۔

علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی معرکتہ الارا، تصنیف سیرۃ النبی چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ شبلی نے سیرۃ النبی کے سلسلے میں جو کام کیا تھا اسے ترتیب دے کر ان کے عزیز شاگرد مولانا سلیمان ندوی نے جلد اول اور جلد دوم کی صورت میں شائع کیا اور سیرۃ النبی کی اگلی جلدیں خود تصنیف کیں۔ نواب میر عثمان علی خان نے مولانا سلیمان ندوی کی درخواست پر سیرۃ النبی کی تکمیل کے لئے فرمان مورخہ ۹/ فبروری ۱۹۱۹ء کے ذریعہ پہلی بار دوسو روپے کلدار ماہوار امداد منظور کی تھی جو بیس سال کے دوران میں چند درمیانی وقفوں کے ساتھ چودہ سال تک دی گئی۔ سابق ریاست حیدرآباد کی جانب سے کسی اور تصنیف کو اتنے طویل عرصے تک مالی امداد نہیں دی گئی۔ ۱۹۲۰ء کے قریب دارالمصنفین میں انگریزوں کے خلاف سیاسی سرگرمیاں زوروں پر تھیں اس لئے حکومت ہند کی خواہش پر رزیڈنٹ حیدرآباد نے سیرۃ النبی کو دی جانے والی امداد کو مسدود کرنے کے لئے حکومت حیدرآباد کو دو مراسلے لکھے لیکن نواب میر عثمان علی خان نے مجبوری ظاہر کی اور امداد کو مسدود کرنے سے اتفاق نہیں کیا۔ عثمان علی خان کو اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ مولانا سلیمان ندوی کس محنت، دقت نظر اور عالمانہ انداز میں سیرۃ النبی کی تصنیف کر رہے تھے۔ نواب میر عثمان علی خان مولانا کے علمی مرتبے سے تو واقف تھے لیکن جب انھوں نے مولانا کو باریاب ہونے

کا موقع دیا تو انھیں مولانا کی ذاتی خوبیوں کا بھی اندازہ ہوا ۔ چنانچہ انھوں نے مولانا سلیمان ندوی کو معاشی آسودگی فراہم کرنے کی غرض سے ۵ / جولائی ۱۹۳۸ء کے فرمان کے ذریعہ مولانا کی ذات کے لئے ایک سو روپے ماہوار جاری کرنے کے احکام صادر کئے ۔

حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی دو جلدیں شائع ہونے کے بعد مالی مشکلات کے باعث تیسری جلد کی تکمیل اور اشاعت میں رکاوٹ اور تاخیر ہو رہی تھی ۔ اس مرحلے پر خود حفیظ جالندھری مالی اعانت حاصل کرنے کے لئے حیدر آباد آئے تھے ۔ شاہنامہ اسلام کی تکمیل کی غرض سے مالی امداد دینے کے لئے جب عرضداشت نواب میر عثمان علی خان کے ملاحظے میں پیش ہوئی تو انھوں نے مالی امداد کی منظوری دینے کی بجائے یہ حکم دیا " شاہنامہ اسلام جو یہ تصفیف کر رہے ہیں اس کے چند اوراق میں دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو کس قسم کا کام ہے ۔ اس کے ملاحظے کے بعد اجرائی ماہوار کے متعلق غور ہوگا " ۔ اس حکم کی تعمیل میں شاہنامہ اسلام کی دو جلدیں ان کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں جنھیں دیکھ کر انھوں نے فرمان مورخہ ۱۵ / جولائی ۱۹۳۷ء کے ذریعہ حفیظ جالندھری کے نام شاہنامہ اسلام کی تصنیف کے لئے تین سو روپے کلدار ماہانہ تین سال کے لئے جاری کرنے کے احکام صادر کئے ۔ جب امداد کی سہ سالہ مدت ختم ہوئی تو امداد کی مدت میں توسیع کے لئے حفیظ جالندھری نے درخواست پیش کی جس پر نواب میر عثمان علی خان نے بذریعہ فرمان مورخہ ۱۵ / ڈسمبر ۱۹۴۰ء شاہنامہ اسلام کی تکمیل کے لئے تین سو روپے کلدار ماہوار مزید تین سال کے لئے منظور کئے ۔ اس طرح شاہنامہ اسلام کی تیسری اور چوتھی جلد کی تکمیل اور اشاعت سابق ریاست حیدر آباد کی سرپرستی ہی کا نتیجہ تھی ۔

پونا کا بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹیٹوٹ سنسکرت زبان و ادب اور ہندوستان کی قدیم ثقافت پر تحقیقی کاموں کے لئے مختص رہا ہے ۔ اس انسٹیٹوٹ کے سکریٹری نے ایک درخواست کے ذریعہ انسٹیٹوٹ کے مختلف کاموں کے علاوہ مہابھارت کی اشاعت کے لئے رقمی امداد منظور کرنے کی استدعا کی ۔ اس درخواست پر نواب میر عثمان علی خان نے فرمان مورخہ ۱۶ / سپٹمبر ۱۹۳۲ء کے ذریعہ مہابھارت کی اشاعت کے لئے دس سال کے لئے ایک ہزار روپے کلدار سالانہ امداد دینے کے احکام

دیئے ۔ جب یہ دس سالہ مدت ختم ہونے کو تھی تو بھنڈارکر ریسرچ انسٹیٹوٹ کے سکریٹری نے اس کام کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے امداد کی مدت میں توسیع کرنے کی درخواست کی ۔ اس درخواست پر مہابھارت کی اشاعت کی غرض سے مزید ایک سال کے لئے پانچ سو روپے کلدار سالانہ امداد منظور کی گئی ۔

اس بات کا غالب امکان ہے کہ اس قسم کے مزید چند پراجکٹوں کو ریاست حیدرآباد کی حکومت اور نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کی مدد ، اعانت اور سرپرستی حاصل ہوئی ہو ۔ اس تعلق سے ریکارڈ دستیاب ہونے پر حاصل تحقیق کسی اور مضمون میں پیش کیا جائے گا ۔

ماخذ

	نشان صیغہ تعلیمات	نشان محافظی
۱ ۔	۱۶۶	۲۴۳

مقدمہ :۔ درخواست سید احمد دہلوی باستدعائے عطائے انعام دس ہزار روپے درصلہ تالیف فرہنگ آصفیہ

2- Instalment No. 79, List No. 3, Serial No. 1034

مقدمہ :۔ فرہنگ آصفیہ کے طبع کرانے کی نسبت

۳ ۔ فرہنگ نظام اور فرہنگ آصفیہ کے علاوہ جن دیگر لغات اور کتابوں کا تذکرہ اس مضمون میں شامل ہے ان کے بارے میں تفصیلات مصنف کی تصانیف " بیرونی مشاہیر ادب اور حیدرآباد " " حاصل تحقیق " اور " نقوش تاباں " میں ملاحظہ کی جائیں ۔

کنگ کوٹھی

حکم

فرہنگ آصفیہ کے مؤلف سید احمد صاحب دہلوی کی عرضی ملفوف ہے۔ خاص وجوہ کی بناء پر (جو آیندہ دوسروں کیلئے نظیر نہ ہوگی) اونکا وظیفہ پچاس روپیہ اونکے حسب استدعا اونکے بیٹے کے نام بصورت منصب منتقل کردیا جائے۔ اسکے علاوہ اُنکے تالیف و تصنیف کے اشاعت کی غرض سے (جو اردو زبان کا ایک بڑا ذخیرہ ہے) سید احمد صاحب دہلوی کے نام تاریخ حکم ہذا سے امداداً پچاس روپیہ ماہوار تا حیات جاری کی جائے۔

۲۰۔ ربیع الثانی شریف ۱۳۳۳ھ سہ شنبہ

۱۸۴

۲۹/۱۲/۳۹ ف
عدالت تعلیمات

فرمان

ملاحظہ عرضداشت صیغہ تعلیمات معروضہ ۲۰ صفر المظفر ۱۳۴۹ھ حوالہ اورنگ آباد کے انٹرمیڈیٹ کالج کے سابق پرنسپل مولوی عبدالحق کو اردو لغت لکھنے کیلئے دس سال تک (الــــ) ماہانہ امداد دینے کی نسبت ہے۔

حکم:- کونسل کی رائے منظور ہے حسبہ شرائط مصرحہ عرضداشت عبدالحق کو دس سال تک ایک ہزار روپیہ (الــــ) ماہانہ امداد دی جائے۔ (زیر دستخط مبارک)

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۴۹ھ زیر دستخط (امین جنگ)

نقل مطابق اصل

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو

دارالعلوم ندوۃ العلماء کو ہندوستان کی ایک اہم ترین دانش گاہ کی حیثیت حاصل ہے جس کے چرچے بیرونی ممالک خاص کر مسلم ملکوں میں بھی ہیں ۔ ندوۃ العلماء نے ۱۳۱۶ھ م ۱۸۹۸ء میں لکھنو میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی ۔ پہلے ابتدائی درجہ قائم ہوا اور پھر یہ مدرسہ بتدریج ترقی کرتے کرتے دارالعلوم کے درجے پر پہنچا ۔ یہ وہ نامور دانش گاہ ہے جس سے ابتداء ہی سے عظیم المرتبت شخصیتیں اور جید عالم وابستہ رہے اور اب مولانا ابوالحسن ندوی جیسے مفکر اسلام اس کے ریکٹر ہیں جنہیں عالم اسلام میں نہایت عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے ۔ سابق ریاست حیدرآباد نے بیرون ریاست علمی و تعمیری سرگرمیوں اور اعلی مقاصد کی سرپرستی کے لئے فیاضی کے جو مظاہرے کئے تھے ندوۃ العلماء کو دی گئی امداد بھی ان میں شامل ہے ۔

ندوۃ العلماء لکھنو کو سابق ریاست حیدرآباد کی جانب سے پچاس سال سے زیادہ مدت تک مالی امداد دی جاتی رہی ۔ یہ امداد جو پہلے پہل ۱۸۹۵ء میں منظور ہوئی تھی آصف جاہی ریاست کے خاتمے ۱۹۴۸ء تک جاری رہی ۔ ابتداء میں ایک سو روپیہ ماہوار امداد جاری ہوئی تھی جو تقریباً ربع صدی تک جاری رہنے کے بعد ڈیڑھ سال کے لئے مسدود کردی گئی ۔ بعد ازاں ۱۹۲۳ء میں دوبارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نام امداد جاری ہوئی اور اس امداد کو ایک سو روپے ماہوار سے بڑھا کر تین سو روپیہ ماہوار کردیا گیا ۔ ۱۹۴۴ء میں اس امداد میں مزید اضافہ ہوا اور امداد چھ سو روپے ماہوار کردی گئی ۔ مستقل مالی امداد دینے کے علاوہ دو مرتبہ دس ہزار اور تقریباً نو ہزار روپے کلدار ادا کرکے ادارہ ندوۃ العلماء کو قرض کے بوجھ سے بھی نجات دلائی گئی ۔ آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں محفوظ ریکارڈ کے ذخائر سے ندوۃ العلماء اور

دار العلوم سے متعلق چند مسلیں دستیاب ہوئی ہیں جن کا مطالعہ اور تجزیہ کرنے کے بعد ان کو دی گئی مالی امداد کی کارروائیوں کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آصف جاہی خاندان کے چھٹے حکمران نواب میر محبوب علی خان آصف سادس (دور حکمرانی ۱۸۸۴ء۔۱۹۱۱ء) کے عہد میں جبکہ وقار الامراء مدار المہام (صد اعظم) تھے ندوۃ العلماء لکھنو کے نام پچاس روپے ماہوار اور مولوی محمد علی ناظم ندوۃ العلماء کے نام پچاس روپے ماہوار امداد ۱۳۰۴ف م ۱۸۹۵ء میں جاری ہوئی تھی۔چند ماہ بعد مولوی محمد علی کی درخواست پر ان کی پچاس روپے ماہانہ امداد بھی ندوۃ العلماء کے نام منتقل کردی گئی۔اس طرح ندوۃ العلماء کی امداد ایک سو روپے ماہوار ہو گئی۔ندوۃ العلماء کو یہ مالی امداد جاری تھی کہ سید آل احمد وکیل آنریری مجسٹریٹ امروہہ نے ایک درخواست مورخہ ۲ / ڈسمبر ۱۹۱۴ء حکومت حیدرآباد کے نام روانہ کی جس میں ندوۃ العلماء کو دی جانے والی امداد کے بارے میں ایک ریزولیوشن درج تھا۔اس ریزولیوشن میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ ندوۃ العلماء کو جو امداد ریاست حیدرآباد سے دی جاتی ہے اس کو اس وقت تک روک دیا جائے جب تک کہ ندوہ مذکور اپنی اصلی جمہوری حالت پر نہ آجائے اور قوم اس کی اصلاح نہ کرلے۔ندوۃ العلماء کے بارے میں شکایت وصول ہونے پر ایک عرضداشت آخری آصف جاہی فرماں روا نواب میر عثمان علی خان آصف سابع (دور حکمرانی ۱۹۱۱ء۔۱۹۴۸ء) کی خدمت میں پیش کی گئی جس پر انھوں نے رزیڈنسی سے تحقیقات کروانے کے لئے بذریعہ فرمان مورخہ ۲۲ / مارچ ۱۹۱۵ء حکم صادر کیا۔اس حکم کی تعمیل میں رزیڈنسی سے تحقیقات کروائی گئی اور رزیڈنسی سے تحقیقات کے بارے میں رپورٹ وصول ہونے پر ایک عرضداشت کے ذریعہ کیفیت تحقیقات کو آصف سابع کے ملاحظے میں پیش کیا گیا جس پر بذریعہ فرمان مورخہ ۷ / سپتمبر ۱۹۱۵ء یہ احکام صادر ہوئے کہ ندوۃ العلماء کو جو امدادی جاتی ہے فی الحال امتحاناً جاری رکھی جائے اور پولٹیکل ڈپارٹمنٹ کے توسط سے رزیڈنسی کو لکھا جائے کہ ندوہ میں قطعی انتظامات ہونے پر اس کی اطلاع ہماری حکومت کو دی جائے کیونکہ ہماری امداد کا مستقل طور پر جاری رہنا ندوہ کے متعلق قطعی انتظامات ہونے پر منحصر ہے۔
اس فرمان کی تعمیل میں ندوۃ العلماء کی امداد جاری رہی لیکن اس بارے میں کوئی قطعی

تصفیہ ہونے تک ماہوار امداد کو ۱۳۳۱ف / نومبر ۱۹۲۱ء سے مسدود کر دیا گیا۔
۱۹۲۲ء کے اوائل میں ندوۃ العلماء لکھنو کے اراکین نے ایک درخواست دار العلوم کی مالی امداد کے لئے روانہ کی۔اس درخواست کی ابتداء میں ندوۃ العلماء کے مختصر تعارف کے بعد لکھا گیا کہ دار العلوم کا طالب علم علوم عربیہ میں پوری مہارت رکھتا ہے۔وہ عربی اور اردو میں بے تکلف تقریر کرنے کے علاوہ انگریزی ادب میں بھی کارآمد معلومات رکھتا ہے اور ضروریات زمانہ سے باخبر ہونے کے ساتھ دینوی زندگی میں بھی کسی طبقے سے پیچھے نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی شہرت ہندوستان سے گزر کر مصر و شام تک پہنچ گئی ہے چنانچہ مصر کے ایک عالم علامہ رشید رضا نے ندوۃ العلماء کے قائم کردہ اصول پر مصر میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے جو دار العلوم ندوۃ العلماء کی کامیابی کا بڑا ثبوت ہے۔درخواست میں دار العلوم کی اہم ضروریات کے بارے میں بتایا گیا کہ دار العلوم کی عمارت پر نواسی ہزار روپیہ صرف ہوچکا ہے اور ابھی بیالیس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔دار الاقامہ کی تجویز ملتوی کر دی گئی ہے جس کے لئے ایک لاکھ اسی ہزار روپے درکار ہیں۔کتب خانہ کرایہ کے مکان میں ہے اس کے لئے موزوں اور مناسب عمارت کی ضرورت ہے۔ایک مسجد کی سخت ضرورت ہے کیونکہ دار العلوم کے گرد دور دور تک مسجد نہ ہونے سے طلبہ دار العلوم کے ہال میں نماز پڑھتے ہیں۔ اساتذہ اور ملازمین کے لئے احاطہ دار العلوم میں مکانات تعمیر کرنے کی ضرورت ہے اور طلبہ کے وظائف کے لئے رقم درکار ہے۔درخواست کے آخر میں لکھا گیا کہ طلبہ کی تعداد میں اضافے سے ندوۃ العلماء کے ارکان کی مشکلات میں اضافہ ہورہا ہے لیکن وہ دل شکستہ اور مایوس نہیں ہیں انھیں خدا پر بھروسا ہے اور وہ آصف سابع کو امید بھری نظروں سے دیکھتے ہیں جن کی فیاضی اور گہر ریزی سے ملک کی قومی اور مذہبی درسگاہیں روز افزوں پروان چڑھ رہی ہیں۔ناظم و معتمد امور مذہبی نے اس درخواست کے بارے میں رائے دی کہ دار العلوم کی عمارت ناتمام ہے جس کی تکمیل کے لئے بیالیس ہزار روپے کی ضرورت ہے اگر اس قدر رقم منظور کی جائے تو اس کی تکمیل کا سہرا حکومت حیدرآباد کے سر رہے گا۔صدر الصدور نے لکھا کہ ندوۃ العلماء کے ابتدائی قیام سے انھیں اس کی خدمت کی سعادت حاصل رہی ہے۔ہندوستان کے ان مقدس علماء

نے جو علم و فضل اور تقدس کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے سرمایہ ناز تھے اس مجلس کی بنیاد ڈالی اور اس کی نشو و نما میں سعی کی ۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کی مثال نے ہندوستان کے دوسرے مشہور مدارس عربیہ کو بھی اصلاح کی جانب مائل کیا اور اس ملک میں علوم عربیہ کی بقا و ترقی میں دار العلوم ندوۃ العلماء نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے ۔ آخر میں انھوں نے تحریر کیا کہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے نام پانچ سو روپے ماہوار اور دار العلوم کی عمارت کی تکمیل کے لئے بیالیس ہزار روپے یکمشت امداد مناسب رہے گی ۔ باب حکومت نے رائے دی کہ جدید امداد غیر ضروری ہے ۔ ایک سو روپے ماہانہ جو پہلے دئے جاتے تھے وہ تین سال کے لئے جاری رکھے جاسکتے ہیں بشرطیکہ آصف سابع پسند فرمائیں ۔ آصف سابع نے باب حکومت کی رائے نظر انداز کرتے ہوئے بذریعہ فرمان مورخہ ۲۲ / اپریل ۱۹۲۳ء دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے نام تین سو روپے کلدار ماہانہ یکم رمضان ۱۳۴۱ھ م ۱۸ / اپریل ۱۹۲۳ء سے جاری کرنے کے احکام صادر کئے ۔ اس امداد کے جاری ہونے کے تقریباً ساڑھے چار سال بعد مولانا سید سلیمان ندوی ، معتمد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو نے ایک درخواست مورخہ ۲۴ / ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ م ۲۱ اکٹوبر ۱۹۲۷ء آصف سابع کی خدمت میں روانہ کی جس میں انھوں نے لکھا " دار العلوم مذکور کی روز افزوں ضرورت اور بعض نئے درجوں کے افتتاح اور حدیث شریف کے لئے ایک خاص مستند درس کے قیام کے سبب سوا اس کے چارہ نہیں کہ دوبارہ اس مرکز امید آستانہ اقدس کی طرف رخ کیا جائے اور پانسو ماہوار کی مزید امداد شاہی کی درخواست کی جائے اس درخواست پر صدالصدور اور صدر المہام امور مذہبی نے امداد میں اضافہ کی سفارش کی لیکن ناظم و معتمد امور مذہبی نے لکھا کہ اس محکمہ میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ اس بارے میں باب حکومت میں بالاتفاق طے پایا کہ موجودہ امداد کافی ہے مزید امداد کے لئے کوئی وجہ نہیں پائی جاتی ۔ جب اس کارروائی کی تفصیلات ایک عرضداشت کے ذریعہ آصف سابع کی خدمت میں پیش کی گئیں تو انھوں نے باب حکومت کی قرار داد سے اتفاق کیا اور بذریعہ فرمان مورخہ ۴ / مارچ ۱۹۲۹ء یہ حکم صادر کیا " موجودہ امداد سردست کافی ہے اضافہ کی ضرورت نہیں ہے " ۔

ناظم ندوۃ العلماء کی جانب سے تقریباً پندرہ سال بعد پھر ایک درخواست حکومت

ریاست حیدرآباد کو بھیجی گئی۔ اس درخواست میں دارالعلوم کی تفصیلی کیفیت اور موجودہ حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا کہ مالی پریشانیاں ناقابل برداشت ہو گئی ہیں ماہانہ امداد میں اضافہ کے ساتھ ہی ساتھ پندرہ ہزار روپے قرض کے بوجھ سے بھی سبکدوش کرنے کی استدعا کی گئی۔ ایک عرضداشت میں اس درخواست کا خلاصہ۔ اس پر محکمہ فینانس کی رائے اور باب حکومت کی قرارداد کو درج کرکے اسے آصف سابع کی خدمت میں پیش کیا گیا جس پر آصف سابع نے حسب ذیل فرمان مورخہ ۲/ مارچ ۱۹۴۴ء کے ذریعہ ماہانہ امداد میں اضافہ اور قرض کی ادائی کے لئے دس ہزار روپے منظور کئے۔

"کونسل کی رائے کے مطابق مذکور مدرسہ کی موجودہ امداد میں تین سو روپے کلدار ماہانہ کا اضافہ کیا جائے یکم اردی بہشت سے لمور ادائی قرضہ کے لئے فینانس کی مجوزہ گنجائش سے یکمشت دس ہزار کلدار دئے جائیں یعنی منجانب گورنمنٹ حیدرآباد چھان بین کرکے راست قرضہ ادا ہونا مناسب ہوگا اور اگر اس مقدار میں کامل ادائی نہیں ہوسکتی ہے تو اس وقت پھر اس پر غور ممکن ہے"۔

اس فرمان کی تعمیل میں ڈاکٹر ناظر یار جنگ رکن مجلس انتظامی ادارہ ندوۃ العلماء لکھنو کو نظامت امور مذہبی نے بحیثیت نمائندہ حیدرآباد حسابات کا معائنہ کرکے قرضوں سے متعلق رپورٹ کرنے کے لئے لکھا۔ چنانچہ انھوں نے تنقیح کے بعد رپورٹ روانہ کی کہ قرضہ جات کی رقم اٹھارہ ہزار نو سو ترپن روپے پندرہ آنے ایک پائی ۱-۱۵-۱۸۹۵۳ ہے اس لئے بہ لحاظ منظوری دس ہزار روپے کلدار قرض کی ادائیگی کے لئے بھیج دئے گئے۔ اب ندوۃ العلماء دس ہزار روپے قرض کے بار سے سبکدوش ہو چکا تھا مگر ابھی تقریباً نو ہزار روپے واجب الادا تھے اور آصف سابع نے اپنے فرمان میں لکھا تھا کہ اگر اس مقدار (دس ہزار روپے) میں کامل ادائی نہیں ہوسکتی ہے تو اس وقت پھر اس پر غور ممکن ہے ان حالات کے پیش نظر اندرون ایک سال سید عبدالعلی ناظم ندوۃ العلماء لکھنو نے ناظم امور مذہبی کے نام ایک درخواست میں لکھا کہ بقیہ قرض کی ادائی کے لئے مناسب کارروائی کی تحریک فرما کر ممنون فرمائیں۔ اس درخواست پر معتمد عدالت و کوتوالی و

امور عامہ نے لکھا کہ ادارہ ندوۃ العلماء لکھنو ہندوستان کے بڑے اور موقر اداروں میں سے ہے اور اسے بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی اس کارروائی کے سلسلے میں حیدرآباد آئے ہوئے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس کا جلد تصفیہ کر دیا جائے۔ محکمہ فینانس نے رائے دی کہ منظوری کی صورت میں قرض کی ادائی بعد تحقیق و اطمینان راست حکومت حیدرآباد کے ذریعہ کی جائے گی۔ باب حکومت نے قرض کی ادائی کے لئے قرار داد منظور کی۔ ایک عرضداشت میں اس کارروائی کی ساری تفصیلات اور باب حکومت کی قرار داد لکھ کر اسے آصف سابع کے ملاحظے میں پیش کیا گیا جس پر آصف سابع نے قرض کی ادائی کے لئے رقمی منظوری دیدی۔ اس بارے میں جو فرمان مورخہ ۱۵ / مئی ۱۹۵۴ء صادر ہوا تھا اس کا متن درج ذیل ہے۔

> "کونسل کی رائے کے مطابق ادارہ ندوۃ العلماء لکھنو کو ادائی قرضہ جات کے لئے ۱-۱۵-۸۹۵۳ روپے بشرائط مجوزہ فینانس بطور امداد دئے جائیں۔

ماخذ

1- Instalment No. 79. List No. 3 Serial No. 394

مقدمہ :۔ درباره مسدودی ماہوار ندوۃ العلماء واقع لکھنو۔

2- Instalemnt No. 78. List No. 5. Serial No. 98

مقدمہ :۔ عرضی انجمن ندوۃ العلماء لکھنو۔ دار الاقامہ کی تعمیر اور کتب خانہ اور مسجد وغیرہ کی تعمیر نیز وظائف طلبہ کی امداد کی نسبت۔

حکم

بملاحظہ :- عرضداشت صیغۂ فینانس معروضۂ ۲۵۔ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ جسمین ندوۃ العلماء لکھنو کو ہماری گورنمنٹ سے جو امداد دیجاتی ہے اوسکو فی الحال جاری رکھنے کی رائے عرض کیگئی ہے ۔

حکم :- معین المہام فینانس کی رائے مناسب ہے حسبہ ندوۃ العلماء کو جو امداد دیجاتی ہے وہ فی الحال امتحاناً جاری رکھی جائے لیکن ندوہ مین قطعی انتظامات ہونے پر اوسکی اطلاع ہماری گورنمنٹ کو دینے کیلئے بتوسط پولٹیکل ڈپارٹمنٹ رزیڈنسی کو لکھا جائے کیونکہ ہماری امداد مستقل طور پر جاری رہنا ندوہ کے بہبودی کے متعلق قطعی انتظامات ہونے پر منحصر ہے ۔

۲۶۔ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ سہ شنبہ

۴۳۲

8 SEP 1915

منشی پیارے لال شاکر مدیر رسالہ العصر کی سرپرستی

ریاست حیدر آباد کی فیاضی اور سرپرستی سے استفادہ کرنے والوں میں ایک ایسے صحفیہ نگار بھی شامل ہیں جنھوں نے ریاست حیدر آباد سے سینکڑوں میل دور رہ کر اردو زبان اور صحافت کی نامساعد حالات میں خدمت کی ۔ یہ صحیفہ نگار منشی پیارے لال شاکر میرٹھی تھے جنھیں نہ صرف یہ کہ حکومت وقت نے گراں قدر امداد بھیجی بلکہ اس ریاست نے چندہ اکٹھا کر کے بھی ان کی ضرورت کو پورا کرنے کی پر خلوص کوشش کی ۔ ان کوششوں میں نواب عماد الملک جیسی عالی مرتبت و علم دوست شخصیت کی طرف سے توجہ دہانی کو نمایاں دخل حاصل ہے ۔ ریاست کے مدار المہام (صدر اعظم) سالار جنگ سوم (دور مدار المہامی ۱۹۱۲ء-۱۹۱۴ء) نے ابتداء میں دوبار پیارے لال شاکر کے لئے امداد منظور کی پھر بعد میں خود آصف سابع نواب میر عثمان علی خان نے نہ صرف یہ کہ امداد و اعانت منظور کرنے کی تحریک سے اتفاق کیا بلکہ سفارش کردہ مجوزہ رقم کے مقابلہ میں دوگنی رقم منظور کر کے علم و فن اور ادب و صحافت کے شعبوں میں خدمات انجام دینے والوں کی قدردانی اور سرپرستی کا ثبوت دیا ۔

منشی پیارے لال شاکر اردو کے مشہور انشاء پرداز اور شاعر ہونے کے علاوہ اردو کے دو چوٹی کے رسالوں کے مدیر کی حیثیت سے بڑی شہرت رکھتے ہیں ۔ دراصل پیارے لال شاکر کا وطن میرٹھ تھا لیکن انھوں نے جوانی اور ادھیڑ عمری کا زمانہ لکھنو میں کاٹا اور زندگی کا آخری حصہ دہلی میں گزارا جہاں وہ ۲۰ / فبروری ۱۹۵۶ء کو فوت ہوئے ۔ پیارے لال شاکر ماہنامہ " ادیب " (الہ آباد) اور ماہنامہ " العصر " (لکھنو) سے وابستہ رہے ۔ یہ دونوں اردو رسالے اپنے وقت کے بلند پایہ اور معیاری رسالے مانے جاتے

تھے ۔ انڈین پریس آلہ باد کا رسالہ ماہنامہ ادیب جنوری ۱۹۱۰ء کو جاری ہوا اور جون ۱۹۱۳ء کا شمارہ شائع ہونے کے بعد اس کی اشاعت مسدود ہو گئی ۔ ابتدائی ایک سال چار ماہ تک نوبت رائے نظر اس رسالے کے مدیر تھے ۔ اس کے بعد اس رسالے کو ایک سال آٹھ ماہ تک پیارے لال شاکر مرتب کرتے رہے ۔ انڈین پریس کی ملازمت چھوڑنے کے بعد پیارے لال شاکر نے اپنا ذاتی رسالہ ماہنامہ العصر لکھنو سے جاری کیا ۔ جس کا پہلا شمارہ مارچ ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا اور آخری شمارہ دسمبر ۱۹۱۷ء میں ۔ اس طرح ماہنامہ العصر کے اٹھاون شمارے شائع ہوئے ۔ اس رسالے میں ممتاز ادیبوں اور شاعروں کی تخلیقات کے علاوہ زبان کے مسائل ، علوم و فنون ، تاریخ ہند ، مذہبی عقائد و افکار ، فلسفہ ، سائنس و صنعت و حرفت پر مضامین شائع کئے جاتے تھے ۔ اس رسالے کے قلمی معاونین میں علامہ اقبال ، مولانا ابو الکلام آزاد ، عبدالحلیم شرر ، شمس اللہ قادری عبداللہ عمادی ، عبدالماجد دریا بادی ، ندرت میرٹھی ، نادر کاکوروی اور رشید احمد صدیقی جیسے مشاہیر شامل تھے ۔ اس رسالے میں مشاہیر کی نادر عکسی تصویریں شائع کی جاتی تھیں ۔ ماہنامہ العصر کی کتابت ، طباعت اور گٹ اپ نہایت عمدہ اور اعلیٰ رجہ کا تھا پیارے لال شاکر کا یہ رسالہ صوری و معنوی اعتبار سے اردو کا ایک نہایت معیاری ادبی و علمی رسالہ تھا ۔

پیارے لال شاکر کو حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۵ء کے دوران تین بار مالی امداد ایصال کی گئی ۔ پہلی بار ۱۹۱۳ء میں اور دوسری بار ۱۹۱۴ء میں پانچ پانچ سو روپے کلدار کی امداد منظور کی گئی ۔ گومتی ندی کی طغیانی کے باعث جب پیارے لال شاکر شدید نقصانات سے دوچار ہوئے تو انھیں ۱۹۱۵ء میں تیسری بار ایک ہزار روپے کی مالی امداد دی گئی ۔ اس علمی فیاضی پر پیارے لال شاکر نے آصف سابع کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر روانہ کیا جس کے صلہ میں انھیں مزید پانچ سو روپے ایصال کئے گئے ۔ ان رقومات کے علاوہ ان کی امداد کی غرض سے چندہ کر کے پانچ سو روپے سے زائد رقم بھی انھیں بھیجی گئی ۔

سابق ریاست حیدرآباد کی جلیل القدر شخصیت نواب عمادالملک بہادر کی گوناگوں خوبیوں میں ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ اہل علم کی مدد کرتے تھے ۔ جب

کبھی یہ بات ان کے علم میں آجاتی کہ کوئی عالم مفید علمی کام کر رہا ہے یا مالی دشواریوں سے دوچار ہے تو وہ خود اپنی طرف سے، اپنے احباب سے اور سفارش کر کے حکومت سے مدد دلانے میں دریغ نہ کرتے۔ آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ کے ذخائر میں منشی پیارے لال شاکر کو دی گئی مالی امداد کی کارروائی محفوظ ہے۔ اس کارروائی کا خلاصہ درج ذیل ہے جس سے پیارے لال شاکر کو امداد دلانے میں نواب عمادالملک کا مثبت رول اور امداد کی تفصیلات منظر عام پر آتی ہیں۔

سرفریدوں جنگ بہادر ایک عرضداشت مورخہ یکم صفر ۱۳۳۴ھ م ۹ ڈسمبر ۱۹۱۵ء میں لکھتے ہیں کہ سالار جنگ سوم، مدارالمہام نے نواب عمادالملک بہادر کی سفارش پر فبروری ۱۹۱۳ء میں منشی پیارے لال شاکر مالک و مدیر رسالہ العصر حال مقیم لکھنو کو ان کی ایک علمی اسکیم میں مدد دینے کی غرض سے جس کا مقصد اردو زبان کی ترقی اور توسیع تھا (یقیناً یہ اشارہ رسالہ العصر کی اشاعت کی جانب ہے) خلعت و تواضع استصوابی پرائیوٹ سکریٹری مد سے پانچ سو روپے کلدار دئے تھے۔ اس کے ایک سال بعد فبروری ۱۹۱۴ء میں منشی پیارے لال شاکر نے درخواست دی تھی کہ بعض بینکوں کا دیوالہ نکل جانے کی وجہ سے ان کو خسارہ اٹھانا پڑا جس کی وجہ سے ان کا کام رک گیا ہے لہذا ان کی مدد کی جائے۔ اس درخواست پر سالار جنگ سوم، مدارالمہام کی منظوری سے متذکرہ بالا مد سے مزید پانچ سو روپے کلدار کی رقم منشی پیارے لال شاکر کو روانہ کی گئی۔ اس عرضداشت میں سرفریدوں جنگ مزید تحریر کرتے ہیں کہ اب نواب عمادالملک بہادر نے ان کے نام ایک خانگی مکتوب میں لکھا ہے کہ حال میں رودر گومتی کی ہولناک طغیانی سے منشی پیارے لال شاکر مالک و مدیر رسالہ العصر کا بہت نقصان ہوا ہے یعنی ان کا مکان منہدم ہو گیا اور ان کے مکان کا کل اثاثہ معہ مطبع کے بہہ گیا اور ان کا کتب خانہ جس میں انہوں نے بہت سی نایاب کتابوں کے قلمی نسخے جمع کئے تھے نیز جس میں تجارت کی غرض سے کتابیں اکٹھا کی گئی تھیں وہ بھی طغیانی کی نذر ہو گیا جس کے باعث یہ بالکل مفلس اور محتاج ہو گئے ہیں۔ نواب عمادالملک نے پیارے لال شاکر کی پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خط کے آخر میں لکھا ہے کہ ان حالات کے مد نظر اگر پیارے لال شاکر کی امداد کے لئے کوئی چندہ جمع کیا جائے تو وہ بھی اس

چندے میں اپنی طرف سے کچھ دینے کو آمادہ ہیں ۔ ان تفصیلات کو درج کرنے کے بعد فریدوں جنگ نے لکھا کہ ان کی رائے میں پیارے لال شاکر کی حالت نہایت قابل رحم معلوم ہوتی ہے لہذا قطع نظر کسی پرائیوٹ چندے کے جو ان کے لئے فراہم کیا جائے گا ان کو سابق کی طرح حکومت سے بھی پانچ سو روپے کلدار دنیا مناسب رہے گا ۔ اگر آصف سابع پسند و منظور فرمائیں تو خلعت و تواضع استصوابی پرائیوٹ سکریٹری مد سے پانچ سو روپے کلدار پیارے لال شاکر کو ایصال کئے جائیں گے ۔ اس عرضداشت کے آخر میں یہ اطلاع بھی درج کی گئی کہ عمادالملک بہادر نے لکھا ہے کہ منشی پیارے لال شاکر نے آصف سابع کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے مگر وہ خود کسی وقت حاضر ہو کر آصف سابع کی خدمت میں پیش کرنے کے متمنی ہیں ۔ ان تمام تفصیلات کے ساتھ عرضداشت کو آصف سابع کے ملاحظے اور احکام کے لئے پیش کیا گیا ۔

اس عرضداشت میں پانچ سو روپے کلدار بطور امداد ایصال کرنے کی سفارش کی گئی تھی مگر آصف سابع نے ایک ہزار روپے کلدار کی منظوری دی ۔ جس روز عرضداشت پیش کی گئی تھی اسی روز آصف سابع کا فرمان صادر ہوا ۔ اس فرمان کا متن درج ذیل ہے

"منشی پیارے لال صاحب شاکر کو بعوض پانچ سو روپے کے ایک ہزار روپے کلدار امداداً دیئے جائیں ۔ اگر وہ اپنا مصنفہ قصیدہ روانہ کر دیں تو خوشی سے قبول کر لیا جائے گا" ۔

چند ماہ بعد عمادالملک بہادر نے ایک مکتوب مورخہ ۲۱ / جون ۱۹۱۶ء سرفریدوں جنگ کو روانہ کیا جس میں انھوں نے منشی پیارے لال شاکر کے قصیدے کی بڑی تعریف لکھی ۔ سرفریدوں جنگ نے خود اس قصیدے کو آصف سابع کی خدمت میں پیش کیا اور اس سلسلے میں ایک عرضداشت مورخہ ۲۷ / شعبان ۱۳۳۴ھ م ۲۹ / جون ۱۹۱۶ء آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کی جس میں انھوں نے پیارے لال شاکر کو حکومت کی جانب سے دی گئی سابق امداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس کے علاوہ ان کی مدد کی غرض سے چندہ کر کے پانچ سو روپے سے زیادہ رقم بھی ایصال کی جا چکی ہے ۔ عرضداشت کے آخر میں فریدوں جنگ نے لکھا کہ اب پیارے لال شاکر، آصف سابع سے اپنے قصیدے کا صلہ پانے کے آرزومند ہیں ۔ اگر آصف سابع منظور فرمائیں تو انھیں

پانچ سو روپے کلدار ایصال کرکے یہہ لکھ دیا جائے گا کہ انھیں معقول امداد دی جاچکی ہے اس لئے وہ آئندہ مزید مالی امداد کی توقع نہ رکھیں ۔ اس عرضداشت پر آصف سابع نے اسی روز فرمان صادر کرتے ہوئے پیارے لال شاکر کو پانچ سو روپے کلدار ایصال کرنے کے احکام صاد کئے ۔

منشی پیارے لال شاکر کے ساتھ فیاضی اور فراخ دلی کا یہ جو مظاہرہ ریاست حیدرآباد میں کیا گیا اس کا تعلق پون صدی پہلے کے دور سے ہے ۔ اس دور میں اور آج کے دور میں روپیہ کی قدر میں جو غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اسے اگر ذہن میں رکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ آج کے قدر زر کے پیمانے سے تنہا ایک شخص کو رسالہ جاری رکھنے اور مالی مشکلات پر قابو پانے کے لئے لاکھوں روپیوں کی مدد دی گئی ۔ آج کے جمہوری دور میں بھی اس طرح کی علمی اعانت اور سرپرستی فقید المثال ہے ۔

ماخذ

Instalment No 80. List No. 3 . Serial No. 602

مقدمہ :۔ پیارے لال صاحب شاکر مالک رسالہ العصر کی امداد کی نسبت

پولیٹکل ڈپارٹمنٹ

کنگ کوٹھی

حکم

سرخط :- عرضداشت پولیٹکل ڈپارٹمنٹ معروضہ غرہ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ میں حسین لکھنو والے منشی پیارے لال صاحب شاکر کو "مدحِ طلعت و تواضع استقبالیہ" پر بوجہ [illegible] سے پانچسو روپیہ کلدار امداداً دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

حکم :- منشی پیارے لال صاحب شاکر کو بعوض پانچسو روپیہ کے ایکہزار روپیہ کلدار امداداً دیئے جائیں۔ اگر وہ اپنا نعتیہ قصیدہ روانہ کریں تو خوشی سے قبول کرلیا جائیگا

غرہ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ پنجشنبہ

(ثبت دستخط مبارک اعلیحضرت میر عثمان علی خان خلد اللہ ملکہ)

(ثبت دستخط) [illegible] احمد حسین

انجمن ترقی اردو
کی
مستقل اعانت

انجمن ترقی اردو کا قیام آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے دہلی کے اجلاس منعقدہ جنوری ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ انجمن کے پہلے صدر علی گڑھ کالج کے ممتاز انگریز پروفیسر ٹامس آرنلڈ اور پہلے معتمد مولانا شبلی تھے۔ مولوی عبدالحق ۱۹۱۲ء میں انجمن کے معتمد مقرر ہوئے اور برعظیم کی تقسیم تک وہ اس عہدے پر فائز رہے۔ ابتداء میں انجمن کا صدر مقام علی گڑھ تھا لیکن مولوی عبدالحق نے ۱۹۱۳ء میں انجمن کا دفتر علی گڑھ سے اورنگ آباد منتقل کردیا جہاں وہ ریاست حیدرآباد کے محکمہ تعلیمات کی ملازمت کے سلسلے میں متعین تھے۔ ۱۹۳۸ء میں انجمن کا دفتر اورنگ آباد سے دہلی منتقل ہوا۔ مولوی صاحب ملازمت سے سبکدوش ہوچکے تھے چنانچہ وہ انجمن کے دفتر کے ساتھ اورنگ آباد سے دہلی منتقل ہوگئے۔ انجمن ترقی اردو کو اس کے قیام کے بعد اس کی سرپرستی کرتے ہوئے اسے ایک تنومند درخت میں تبدیل کرنے کا سہرا حیدرآباد کے سر ہے۔ سابق ریاست حیدرآباد کی علمی فیاضیوں میں جو خاص کر آخری حکمران نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کے عہد میں اپنے عروج پر تھیں انجمن ترقی اردو کی مسلسل اعانت اور سرپرستی شامل ہے۔ انجمن ترقی اردو اور حیدرآباد کے روابط کی ساری داستان آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز کی دستاویزات اور امسلہ میں بکھری پڑی ہے۔ اس مضمون میں ان بکھری ہوئی باتوں کو یکجا کرنے اور جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن ترقی اردو کے توسط سے حیدرآباد نے اردو زبان اور اس کے علم و ادب، تحقیق و تنقید، تصنیف و تالیف اور اشاعتی سرگرمیوں اور منصوبوں کو روبہ عمل لانے میں کتنا اہم رول ادا کیا ہے۔

نواب میر عثمان علی خان آصف سابع نے ۱۹۱۴ء میں انجمن کی سرپرستی قبول کرتے ہوئے مالی امداد منظور کی تھی جس میں ایک سے زائد بار قابل لحاظ اضافہ کیا گیا۔ انجمن کو یہ مالی امداد ریاست کے خاتمے تک جاری رہی۔ آرکائیوز کے ریکارڈ کے مواد کی بنیاد پر انجمن ترقی اردو کو دی گئی امداد کی حسب ذیل تفصیلات پہلی بار منظر عام پر آرہی ہیں۔

عماد الملک بہادر نے ۱۹۱۴ء میں آصف سابع کی خدمت میں ایک معروضہ پیش کیا تھا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ انجمن ترقی اردو کا مستقر اس وقت ریاست حیدرآباد میں ہے۔ اس انجمن کے قیام کی غرض و غایت اردو زبان کی ترقی و اشاعت ہے۔ اردو زبان ہندوستان کے ہر حصے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے لیکن اس میں اب تک ایسی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی ہے کہ اس میں ہر قسم کے نازک، لطیف و علمی خیالات ادا ہو سکیں اور جب تک کسی زبان میں ایسی صلاحیت پیدا نہ ہو اس کا شمار دنیا کی ترقی یافتہ اور علمی زبانوں میں نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے بولنے والے عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اردو زبان میں اس قسم کی صلاحیت پیدا کرنے کی غرض سے اس انجمن کا قیام عمل میں آیا ہے۔ آصف سابع کی علمی قدر دانی اور ہنر پروری مشہور ہے اور اردو زبان تو اس ریاست کی سرکاری زبان ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ آصف سابع اس انجمن کی سرپرستی قبول فرمائیں اور جو رقم سالانہ صلہ تصانیف اور انعام مصنفین کے لئے صرف ہوتی ہے انجمن کو مرحمت کی جائے۔ انجمن کے پاس کافی سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی طباعت و اشاعت میں بہت دشواری و تاخیر ہو رہی ہے۔ اس معروضے پر آصف سابع کا یہ فرمان مورخہ ۱۵ / اکتوبر ۱۹۱۴ء صادر ہوا۔ "عماد الملک بہادر کو اطلاع دی جائے کہ انجمن ترقی اردو کا سرپرست ہونا میں بہت خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں اور اس انجمن کے مقاصد کی کامیابی کا میں دلچسپی کے ساتھ خواہاں رہوں گا"۔ اسی فرمان میں یہ ہدایت بھی دی گئی کہ بارہ سو روپے سالانہ جو مصنفین کے صلے کی مد کے تحت شریک موازنہ ہوتے ہیں انجمن ترقی اردو کی امداد میں دئے جائیں۔

انجمن ترقی اردو کو بارہ سو روپے سالانہ کی امداد جاری ہوئے دو سال کی مدت بھی نہیں ہوئی تھی کہ معتمدی عدالت کی جانب سے یہ تحریک پیش ہوئی کہ جن اعلیٰ

اور مفید مقاصد کے لئے جو امداد دی جارہی ہے بالکل ناکافی ہے ۔ دیگر دیسی ریاستیں اپنی ریاستوں کے لٹریچر کی اشاعت اور ترقی پر بھاری رقمیں خرچ کرتی ہیں اور آج کل کتابوں کی طباعت اور اشاعت کے اخراجات بھی کافی بڑھ گئے ہیں اس لئے انجمن ترقی اردو کی گرانٹ پانچ ہزار روپے سالانہ ہونی چاہیئے ۔ اس تحریک پر صدرالمہام فینانس نے رائے دی کہ اردو لٹریچر کی ترقی کے لئے پانچ ہزار روپے سالانہ منظور کئے جاسکتے ہیں۔ آصف سابع نے صدرالمہام فینانس کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے فرمان مورخہ ۲۱ / اگست ۱۹۱۶ء کے ذریعہ انجمن ترقی اردو کے لئے پانچ ہزار روپے سالانہ کی منظوری دی۔

۱۹۱۶ء میں جو پانچ ہزار روپے سالانہ امداد منظور ہوئی تھی وہ امداد انجمن کو پابندی سے مل رہی تھی ۔ مولوی عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو نے مزید امداد کے لئے ۱۹۳۷ء میں ایک درخواست پیش کی جس میں انھوں نے لکھا کہ اس وقت تمام ہندوستان میں اردو زبان کا معاملہ بہت اہم اور نازک ہوگیا ہے ۔ اردو کی بقاء اور ترقی کے لئے یہ لازم ہے کہ تمام ہندوستان اور دیسی ریاستوں میں بڑے پیمانے پر کام کیا جائے کیونکہ ہندوستان کی تمام زبانوں میں یہی ایک زبان ہے جو ملک بھر کی عام اور مشترک زبان ہوسکتی ہے ۔ سال گذشتہ (۲۴ و ۲۵ / اکتوبر ۱۹۳۶ء) علی گڑھ میں ایک آل انڈیا اردو کانفرنس منعقد کی گئی تھی جس میں ہندوستان کے ہر صوبے اور علاقے کے نمائندے شریک تھے اور مہدی یار جنگ ، صدرالمہام تعلیمات ریاست حیدرآباد و معین امیر جامعہ عثمانیہ کی صدارت میں یہ تجاویز بالاتفاق منظور کی گئی تھیں کہ (۱) انجمن کا صدر مستقر دہلی قرار دیا جائے (۲) ایک بڑا پبلشنگ ہوس اور اردو کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا ایک بڑا کتب خانہ دہلی میں قائم کیا جائے (۳) علمی ، فنی اور ادبی کتابوں کی تصنیف و تالیف اور اشاعت کے علاوہ عام معلومات اور دلچسپی کی کتابیں عام فہم زبان میں کثیر تعداد میں شائع کی جائیں (۴) برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں میں انجمن کی شاخیں قائم کی جائیں اور (۵) اصلاح زبان کی مجلس قائم کی جائے ۔ ان تجاویز کو روبعمل لانے کے لئے یکمشت اور غیر مستقل مصارف کے علاوہ مستقل سالانہ اخراجات کا تخمینہ تقریباً ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے کلدار کیا گیا ہے اور صرف مطبوعات

پر اسی ہزار پانچ سو روپے کلدار صرف ہوں گے ۔ مولوی عبدالحق نے اپنی درخواست کے آخر میں لکھا کہ انجمن کی استدعا ہے کہ منجملہ اس رقم کے جو مطبوعات پر صرف ہوگی ریاست حیدرآباد کی جانب سے پینتالیس ہزار روپے سالانہ بطور امداد دیئے جائیں تاکہ اردو زبان کی اشاعت و ترقی کا کام بخوبی سرانجام پاسکے ۔ مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کے اجلاس منعقدہ ۲۷ و ۲۹ / اپریل ۱۹۳۷ء میں اس درخواست پر غور کیا گیا اور سفارش کی گئی کہ جامعہ عثمانیہ اور دارالترجمہ کی بچت سے انجمن ترقی اردو کو پینتالیس ہزار روپے سالانہ چھ سال کے لئے بطور امداد جاری کئے جائیں ۔ اس کے علاوہ اس بات کی بھی سفارش کی گئی کہ اس اثنا میں دوامی امداد کے مسئلہ پر بھی غور کیا جائے ۔ یہ سفارش اس شرط پر کی گئی کہ انجمن مقررہ مدتوں میں اپنے پروگرام اور کارگزاری کی رپورٹ پیش کرے گی نیز مجلس اعلیٰ کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ انجمن کے حالات کے لحاظ سے ضروری سمجھے تو امداد موقوف کردے یا اس میں کمی کردے ۔ باب حکومت (کابینہ) کے اجلاس میں اس کارروائی کے پیش ہونے پر مولوی عبدالحق سے دریافت کیا گیا کہ دہلی کو انجمن کا صدر مستقر بنانے میں کیا مصلحت ہے اور جو رقم بطور امداد دی جائے گی اس کا انجمن کی جانب سے جامعہ عثمانیہ کو کیا معاوضہ دیا جائے گا ۔ مولوی عبدالحق نے لکھا کہ آل انڈیا اردو کانفرنس منعقدہ علی گڑھ نے جس میں تمام ملک کے نمائندے شریک تھے یہ طے کیا تھا کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے انجمن کا مستقر دہلی ہونا چاہیئے جو ہندوستان کا سیاسی اور تہذیبی مرکز ہے ۔ ملک کے مختلف صوبوں اور علاقوں میں انجمن کی شاخیں قائم کرنے اور ان کی تنظیم اور زبان کی اشاعت کے لئے اس سے بہتر کوئی مرکز نہیں ہوسکتا ۔ انجمن کا صدر دفتر اورنگ آباد میں ہونا ایک امر اتفاقی ہے جو محض انجمن کے اعزازی معتمد کی سہولت کی غرض سے رکھا گیا تھا ۔ جامعہ عثمانیہ کو معاوضہ دینے کے متعلق انھوں نے لکھا کہ انجمن ہر سال اپنی مطبوعات کے کچھ نسخے جامعہ عثمانیہ میں داخل کیا کرے گی ۔ مولوی عبدالحق کا جواب وصول ہونے پر یہ کارروائی دوبارہ باب حکومت میں پیش ہوئی اور باب حکومت نے مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کی پیش کردہ سفارشات سے اتفاق کرتے ہوئے انجمن کو امداد جاری کرنے کے حق میں رائے دی ۔ آصف سابع نے مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کے مجوزہ شرائط کے ساتھ باب حکومت کی

رائے کو منظوری دیتے ہوئے فرمان مورخہ ۲۰ / فبروری ۱۹۳۸ء کے ذریعہ انجمن ترقی اردو کو چھ سال کے لئے پینتالیس ہزار روپے سالانہ کی امداد منظور کی ۔

پینتیالیس ہزار روپے سالانہ کی امداد جاری ہونے کے تقریبا پانچ سال بعد مولوی عبدالحق ، معتمد انجمن ترقی اردو نے یہ درخواست پیش کی کہ منظورہ امداد کو جاری ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہو رہا ہے ۔ انجمن نے اس مدت میں دوسری خدمات کے علاوہ اس کام کو بھی جس کے لئے سرکاری امداد دی جارہی ہے بخوبی انجام دیا ہے ۔ اسی سال مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے ایک کمیٹی انجمن کی علمی خدمات اور حسابات کی تنقیح کے لئے مقرر کی تھی جس نے مکمل تحقیق و تنقیح کے بعد اپنی رپورٹ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ انجمن کی مطبوعات اعلیٰ پایے کی ہیں اور جو رقم بطور امداد حکومت کی جانب سے دی جارہی ہے بجاطور پر صرف ہو رہی ہے ۔ اعلیٰ پایے کی علمی اور ادبی کتابوں کی اشاعت کے علاوہ انجمن کو اردو کی اشاعت و حمایت اور حفاظت و مدافعت کے لئے بھی جدوجہد کرنی پڑتی ہے ۔ ان تمام امور کی تکمیل کے لئے معقول اور مستقل آمدنی کی ضرورت ہے ۔ رپورٹ میں ظاہر کردہ رائے لکھنے کے بعد مولوی صاحب نے درخواست کی کہ اس علمی اور مفید عام ادارے کو دوامی امداد مرحمت کی جائے ۔ انجمن کے پیش نظر جدید علوم و فنون پر متعدد کتابیں لکھوانے اور شائع کرنے کی تجویز ہے جس کی تکمیل سال ہا سال کی مسلسل کوشش اور کثیر سرمائے کے بغیر نہیں ہوسکتی ۔ ریاست حیدرآباد کی فیاضانہ اور گراں قدر امداد کے مستقل ہوجانے پر اس عملی منصوبے کو عمل میں لانے کا کام بلاتاخیر شروع کیا جاسکے گا اور اردو زبان میں ایسے علوم کا ذخیرہ فراہم ہوجائے گا جس کی تحصیل کے لئے ہم ابھی تک مغربی زبانوں کے محتاج ہیں ۔

مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے انجمن کی امداد کو مستقل قرار دینے کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا کہ انجمن ترقی اردو جو خدمات انجام دے رہی ہے ان کی افادیت اور اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اردو جامعہ عثمانیہ میں ذریعہ تعلیم ہے اور یہی ریاست کی سرکاری زبان بھی ہے انجمن ترقی اردو کی موجودہ پینتالیس ہزار روپے سالانہ امداد گھٹا کر دواماً چالیس ہزار روپے سالانہ کردی جائے اور یہ شرط عائد کی جائے کہ انجمن کی کارکردگی آئندہ بھی حکومت حیدرآباد کے لئے اطمینان بخش رہے اور انجمن اپنی

مطبوعات کے دو دو نسخے اور سالانہ رپورٹ اپنے حسابات کی باضابطہ تنقیح کے ساتھ بھیجا کرے ۔ اس کارروائی کے سلسلے میں باب حکومت نے رائے دی کہ مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کی تحریک قابل منظوری ہے ۔ آصف سابع نے ان سفارشات کی روشنی میں بذریعہ فرمان مورخہ ۲۶ / نومبر ۱۹۴۲ء انجمن کی پینتالیس ہزار سالانہ مقررہ امداد میں سے پانچ ہزار تخفیف کرکے چالیس ہزار روپے سالانہ کی امداد مستقل کر دینے کے احکام دئے ۔

انجمن کو چالیس ہزار روپے سالانہ امداد کے علاوہ ۱۹۱۶ء سے پانچ ہزار روپے سالانہ کی امداد بھی جاری تھی ۔ سرمرزا اسمعیل کے دور وزارت عظمیٰ (۱۹۴۶ء ۔ ۱۹۴۷ء) میں انجمن کی امداد کو روک دینے کا فیصلہ کیا گیا لیکن صرف چند ماہ بعد امداد کو بحال کر دینا طے پایا ۔ اس امداد کو عارضی طور پر مسدود کرنے کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں ۔ معتمد تعلیمات نے تحریک پیش کی کہ انجمن ترقی اردو کی رپورٹ اور کارکردگی کے معائنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن مقاصد کے تحت اس قدر کثیر رقمی امداد حکومت کی جانب سے دی جاتی رہی ہے ان کی تکمیل میں انجمن ناکام رہی ۔ اس لئے ایک کمیٹی کا تقرر مناسب ہے جو تحقیقات کرکے رپورٹ پیش کرے کہ حکومت کی جانب سے دی گئی امداد کس حد تک بجا طور پر صرف ہوئی اور انجمن نے عائد کردہ شرائط کی کس حد تک پابندی کی ۔ باب حکومت نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲ / جنوری ۱۹۴۷ء میں اس مقصد کے لئے ۸ ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کی اور یہ فیصلہ کیا کہ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ پر حکومت کے تصفیہ تک انجمن کی امداد ملتوی رکھی جائے ۔ انجمن کی امداد کو ملتوی رکھنے کی کارروائی کی تمام تفصیلات بذریعہ عرضداشت آصف سابع کے ملاحظے میں پیش کی گئیں اور انجمن کے معتمد مولوی عبدالحق کو امداد مسدود کرنے کی اطلاع دی گئی ۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مراسلے مورخہ ۱۲ / فبروری ۱۹۴۷ء کے ذریعہ دریافت کیا کہ وہ کون سے اسباب و وجوہ اور واقعات ہیں جن کی روشنی میں انجمن کی کارگزاری غیر تشفی بخش قرار دی گئی ہے اور جو امداد کے التواء اور تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کا باعث ہوئے ہیں ۔ مولوی صاحب نے دوسرے ہی روز ایک اور مراسلہ روانہ کیا جس میں انھوں نے لکھا کہ زائد معتمدی تعلیمات کی تحریک پر انجمن کو جواب اور صفائی کا موقع دئے بغیر

التوائے امداد کے احکام صادر کرنا مناسب نہیں ۔ اگر باب حکومت نے یکطرفہ طور پر یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ انجمن کی کارگزاری غیر تشفی بخش ہے تو تحقیقاتی کمیٹی کا تقرر عبث ہے لیکن امید ہے کہ باب حکومت نے یہ فیصلہ ابھی نہیں کیا ہے اور جب تک انجمن قطعی اور یقینی طور پر قصوروار قرار نہ پائے امداد کے استفادے سے اسے محروم رکھنا قرین انصاف نہ ہوگا اور خلاف ضابطہ ہوگا ۔ التوائے امداد کے باعث انجمن کو جن مشکلات اور نقصانات کا سامنا ہوگا اس کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے ۔ مراسلے کے آخر میں مولوی صاحب نے التوائے امداد کے احکام واپس لینے اور اجرائی امداد کے احکام فوری جاری کرنے کی درخواست کی ۔ سر مرزا اسمٰعیل کے سبکدوش ہونے پر احمد سعید خان نواب چھتاری دوبارہ ریاست کے صدر اعظم مقرر ہوئے (جون ۱۹۴۷ء) ۔ ان کے صدر اعظم مقرر ہونے کے بعد باب حکومت نے اپنے اجلاس میں تحقیقاتی کمیٹی کی سفارش کے تحت انجمن کی گرانٹ بابتہ ۱۳۵۶ف جاری کرنے کی سفارش کی ۔ آصف سابع نے امداد جاری کرنے کے احکام دینے کی بجائے نیم سرکاری مورخہ ۲۱ / جولائی ۱۹۴۷ء کے ذریعہ معتمد باب حکومت کو یہ احکام روانہ کئے "چونکہ ہندوستان کی تقسیم ہوچکی ہے لہذا انجمن ترقی اردو جس کو یہاں سے امداد ملتی تھی اور جو کہ اورنگ آباد سے دہلی منتقل ہوئی اس کو پھر دارالسلطنت حیدرآباد میں منتقل کیا جائے جبکہ امداد کو از سر نو جاری کرنے کی تجویز ہو " ان احکام پر باب حکومت نے اپنے اجلاس میں بذریعہ قرارداد سفارش کی کہ ۱۳۵۶ف کی بابت جو رقم ایصال شدنی ہے وہ اس لئے بھی ایصال کرنے کی ضرورت ہے کہ ۵۶ف قریب الختم ہے اور دوران سال انجمن نے اخراجات برداشت کرلئے ہیں ۔ انجمن کی منتقلی کے بارے میں اس قرارداد میں کہا گیا کہ انجمن کا مستقر باب حکومت کی ایک ذیلی کمیٹی کی رائے کے مطابق قرار دیا گیا ہے ۔ ہندوستان کی تقسیم سے انجمن کی ذمہ داریوں اور اس کے کام میں اضافہ ہوگیا ہے ۔ اس کے علاوہ انجمن کی جائداد دہلی میں ہے ۔ باب حکومت کی سفارشات کی روشنی میں آصف سابع نے حکم مورخہ ۷ / جنوری ۱۹۴۸ء کے ذریعہ ہدایت جاری کی کہ انجمن کو ۱۳۵۶ف کی امداد ایصال کردی جائے ۔ اسی طرح باب حکومت کی سفارش پر انجمن ترقی اردو کی ۱۳۵۷ف کی امداد ایصال کرنے کے احکام بھی بذریعہ فرمان مورخہ ۵ / سپٹمبر ۱۹۴۸ء یعنی حیدرآباد میں پولس ایکشن اور ریاست

حیدرآباد کے ہندیونین میں انضمام سے صرف چند روز قبل جاری کئے گئے ۔ اس طرح انجمن ترقی اردو کو پینتیس سال (۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۸ء) تک امداد دی گئی ۔ مولوی عبدالحق، معتمد انجمن ترقی اردو کو اردو لغت کی تیاری کے لئے ریاست حیدرآباد کی جانب سے ۱۹۳۰ء سے دس سال تک ایک ہزار روپے ماہانہ کی جو امداد دی گئی تھی وہ انجمن ترقی اردو کو دی گئی امداد کے علاوہ تھی ۔

ماخذ

1- Instalment No. 79. List No. 2. Serial No. 429

مقدمہ :۔ تحریک متعلق امداد بہ انجمن ترقی اردو

2- Instalment No. 80. List No. 3. Serial No. 110

مقدمہ :۔ منظوری اضافہ در امداد انجمن ترقی اردو

3- Instalment No. 85. List No. 3. Serial No. 173

مقدمہ :۔ عطائے امداد بہ انجمن ترقی اردو (۴۵ ہزار) سالانہ تا مدت چھ سال

HIS EXALTED HIGHNESS THE NIZAM'S GOVERNMENT HYDERABAD DECCAN

فرمان

ملخص: — عرضداشت صیغہ تعلیمات مورخہ ۲۳ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۰ھ جو انجمن ترقی اردو کی امداد وغیرہ کی نسبت ہے۔

حکم: — کونسل کی رائے کے مطابق انجمن ترقی اردو کو (بشرائط مجوزہ مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ) گنجائش بجٹ سے پینتالیس ہزار روپیہ سالانہ کی امداد چھ سال تک دی جائے اس صراحت کے ساتھ کہ ہر سال انجمن کے مطبوعات کے سو سو نسخے یونیورسٹی میں داخل کیا کریں اور اس کی سالانہ رپورٹ پیش ہوتی رہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ جو رقم دی گئی ہے وہ بیجا طور پر صرف نہیں ہوتی۔ (فرمان دستخط مبارک)

۱۸ – ذی الحجہ الحرام سنہ ۱۳۵۰ھ

نقل مطابق اصل ہے

THE NIZAMS GOVERNMENT
HIS EXALTED HIGHNESS
HYDERABAD DECCAN

نقل فرمان مبارک اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

۲- ذیقعدۃ الحرام سنہ ۱۳۶۱

بملاحظہ :- عرضداشت صیغۂ تعلیمات معروضہ

جو انجمن ترقی اردو کے امداد کی نسبت ہے۔

حکم :- کونسل کی رائے کے مطابق اس انجمن کی مقررہ امداد ۵,۰۰۰ بلدے میں پانچ ہزار سالانہ کی تخفیف کرکے اوس کو بشروط مجوزہ دوامی قرار دیا جائے۔

(شرح دستخط مبارک)

۱۷- ذیقعدۃ الحرام سنہ ۱۳۶۱

شرح دستخط

(عالیجناب نواب صدر اعظم بہادر)

۱۸-۱۱-۶۱

نقل مطابق اصل

محمد میر خان

معتمد

بیش قیمت مخطوطات کے تحفظ کے لئے اقدامات

مخطوطات سے مراد وہ پرانی قلمی کتابیں ہیں جن کی تحریروں میں شعر و ادب اور علم و فن کے خزانے بکھرے ہوئے ہیں ۔ اس زمانے میں جبکہ کتابوں کی اشاعت کی سہولتیں میسر نہ تھیں مصنف اپنی کتابیں خود تحریر کیا کرتے تھے یا کاتبوں سے لکھواتے تھے ۔ زیادہ سے زیادہ استفادے کی خاطر اس دور کی قلمی کتابوں کے کئی کئی نسخے تیار کروائے جاتے اور کتب خانوں اور علمی اداروں میں محفوظ کروائے جاتے تھے اس کے علاوہ امراء و روساء کے ذاتی کتب خانوں میں بھی قلمی کتابوں کے نسخے جگہ پاتے تھے ۔ اشاعت کی سہولت میسر آنے کے بعد بھی مصنفین کے قلم سے لکھے گئے یا کاتبوں سے تحریر کروائے گئے مخطوطات کثیر تعداد میں ملتے ہیں کیونکہ طباعت و اشاعت کے دور کے آغاز کے بعد بھی ہر مصنف کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے تھے کہ وہ اپنی کتابیں شائع کرواسکے ۔ دیگر وجوہ کے علاوہ مخطوطات کو انکی قدامت کی وجہ سے بھی اہمیت حاصل ہوتی ہے ۔ کم یاب اور نایاب مخطوطات اگر وہ ساتھ ہی ساتھ معیاری ہوں تو غیر معمولی اہمیت کے حامل بن جاتے ہیں اور انھیں محفوظ رکھنے کے لئے بڑے جتن کئے جاتے ہیں ۔ آج کے مہذب دور میں ایسے مخطوطات کا تحفظ ذمہ داری سے بڑھ کر فرض سمجھا جاتا ہے ۔

تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی تاریخ میں مخطوطات کا تحفظ عظیم کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس طرح انسانی تہذیب ، اس کے ارتقاء اور قوموں اور ملکوں کی تقدیر کو بنانے اور سنوارنے میں نہایت اہم حصہ ادا کیا گیا ہے ۔ انسانی تہذیب اور سائنس کے ارتقاء کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جہاں جہاں انسانی معاشروں اور فرماں رواؤں نے مخطوطات کی قدر و قیمت کو ملحوظ رکھا اور ان کے تحفظ

کے لئے جتن کئے وہاں علوم و فنون نے سینکڑوں برسوں کا سفر چند سال میں طئے کیا اور اسی طرح مخطوطات کا تباہ و برباد کر دیا جانا ساری انسانیت کے لئے ناقابل فراموش المیہ اور سانحہ رہا کیونکہ اس وجہ سے بنی نوع انسان کو بیش بہا علمی خزانوں سے محروم ہونا پڑا اور انسانی تہذیب کا ارتقاء سینکڑوں سال پیچھے رہ گیا۔

سابق ریاست حیدرآباد میں آصف جاہی خاندان کے چھٹے حکمران نواب میر محبوب علی خان (دور حکمرانی ۱۸۸۴ء ۔ ۱۹۱۱ء) کے عہد میں نواب عمادالملک بہادر کی تحریک پر ۱۳۰۰ف / ۱۸۹۱ ۔ ۱۸۹۰ء میں کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل میں آیا ۔ اس کتب خانے کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ نادر علمی ذخائر کو جو صرف قلمی کتابوں اور قدیم نسخوں کی صورتوں میں دستیاب تھے خرید کر اس طرح محفوظ کرلیا جائے کہ امتداد زمانہ ان کو ضائع نہ کرسکے ۔ چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے نادر اور بیش قیمت مخطوطات خریدے گئے ۔ برس ہا برس کی کوششوں کے بعد کتب خانہ آصفیہ میں مخطوطات کا ایک بے مثل ذخیرہ جمع ہوگیا ۔ اب یہ ذخیرہ اورینٹل مینسکرپٹس لائبریری اور ریسرچ انسٹیٹوٹ حیدرآباد میں محفوظ ہے ۔ اس ادارے میں ۸ ہزار فارسی ، ۷ ہزار عربی اور ۱۷ سو اردو مخطوطات ہیں ۔ نوادر کے لئے عالمگیر شہرت رکھنے والے سالار جنگ میوزیم میں مخطوطات کا شعبہ بھی ہے جس میں ۸۵۰۰ نایاب و کمیاب عربی ، فارسی اور اردو مخطوطات موجود ہیں جن سے محقق ، اسکالر اور دیگر اہل علم و فن استفادہ کرتے ہیں ۔ اس کے علاوہ عثمانیہ یونیورسٹی ، آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ ، ادارۂ ادبیات اردو اور دیگر اداروں میں بھی اہم اور بیش قیمت عربی ، فارسی اور اردو مخطوطات کے ذخیرے محفوظ ہیں ۔ شہر حیدرآباد میں کئی ایسے کتب خانے بھی موجود ہیں جن میں عربی ، فارسی اور اردو مخطوطات کثیر تعداد میں ہیں لیکن وسائل کی کمی اور مناسب نگرانی کے فقدان کی وجہ سے ان ذخیروں کے معدوم ہوجانے کا اندیشہ ہے ۔

آصف جاہی خاندان کے ساتویں اور آخری فرماں روا نواب میر عثمان علی خان (دور حکمرانی ۱۹۱۱ء ۔ ۱۹۴۸ء) کے عہد میں علم و فن اور شعر و ادب کی سرپرستی کی قدیم آصف جاہی روایات نہ صرف جاری ہیں بلکہ اس فرماں روا کی علم و ادب سے غیر معمولی دلچسپی کے باعث یہ روایات آگے بڑھیں اور پروان چڑھیں ۔ نواب میر عثمان علی خان

آصف سابع کو کتابوں کی اشاعت اور مخطوطات کی خریدی و تحفظ سے خصوصی دلچسپی تھی چنانچہ انھوں نے علمی، تحقیقی اور ادبی تصانیف کی تیاری اور اشاعت کے لئے بڑی بڑی رقمی منظوریاں دیں جن کا سلسلہ برس ہا برس تک جاری رہا۔ اس بارے میں ایک علاحدہ مضمون اس کتاب میں شامل ہے۔ اس مضمون میں مخطوطات کے بارے میں نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کے چند اہم فرامین پیش کئے جارہے ہیں جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نایاب مخطوطات کی خریدی کے علاوہ بیش قیمت مخطوطات جو جابجا منتشر، خستہ اور شکستہ حالت میں تھے انھیں یکجا کرنے اور ان کی بہتر نگہداشت و تحفظ کے لئے کیا اقدامات کئے گئے تھے۔ اس پہلو سے متعلق یہ مواد پہلی بار منظر عام پر آرہا ہے۔

آصف سابع قدیم مخطوطات کی قدر و قیمت سے بخوبی واقف تھے اس لئے وہ قدیم اور اہم مخطوطات اپنے ذاتی کتب خانے کے لئے خریدنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں انکا فرمان مورخہ ۱۴/ ڈسمبر ۱۹۱۸ء عوام کی اطلاع کے لئے جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا گیا کہ خط ولایت میں لکھی گئیں جو کتابیں اور عمادالحسینی ویلی کے تحریر کردہ جو قطعات ان کے ملاحظے میں پیش کئے جائیں گے ان کی خریدی کی دو صورتیں ہوں گی۔ اول یہ کہ پسند آنے کی صورت میں یہ کتابیں اور قطعات واجبی قیمت پر خرید لئے جائیں گے۔ دوم یہ کہ خاص صورتوں میں ان کی خریدی پر تاحیات ماہوار وظیفہ بطور خاص جاری کیا جائے گا۔

مخطوطات کے تحفظ سے آصف سابع کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کسی بھی ایسے ذاتی کتب خانے کو جس میں نایاب مخطوطات محفوظ کئے جاتے تھے اس کے مالک کے انتقال پر اسے حکومت کی جانب سے خرید کر سرکاری کتب خانے میں منتقل کرنے کے احکام صادر کرتے تھے۔ چنانچہ حیدرآباد کے نامور طبیب حکیم محمد قاسم کے انتقال پر انھوں نے اپنے فرمان مورخہ ۱۴/ جنوری ۱۹۳۹ء میں تحریر کیا کہ سنا گیا ہے کہ حکیم محمد قاسم کا ذاتی کتب خانہ قابل دید ہے جس میں بہت سے نادر مخطوطات ہیں۔ اس کتب خانے کو حکیم محمد قاسم نے فروخت نہیں کیا تھا حالاں کہ اس کی اچھی قیمت آئی تھی۔ ممکن ہے کہ اب ان کے ورثاء اس کو کوڑیوں کے دام فروخت کر کے

اپنے گزر بسر کا انتظام کریں ۔ ایسی حالت میں یہ مناسب ہوگا کہ تین عہدیداروں کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جس میں حکیم مقصود علی خان شریک رہیں کیونکہ وہ پیشہ طبابت سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس کمیٹی کو حکم دیا جائے کہ کتب خانے کا معائنہ کر کے ایک ماہ کے اندر رپورٹ پیش کرے ۔ اگر واقعی کتابیں نایاب ہیں تو یہ کتابیں سرکاری کتب خانے میں منتقل کی جاسکتی ہیں اور اس کے معاوضہ میں ان کے ورثاء کے نام واجبی معاوضہ بطور اذوقہ مقرر ہو سکتا ہے ۔ اس فرمان کی تعمیل میں غلام یزدانی ناظم آثار قدیمہ ، حکیم مقصود علی خان اور مولانا مناظر احسن پروفیسر جامعہ عثمانیہ پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے کتب خانے کے معائنہ کے بعد اس کو حاصل کر کے اس کی کتابیں بغرض تحفظ کتب خانے آصفیہ کے علاوہ جامعہ عثمانیہ ، محکمہ آثار قدیمہ اور محکمہ طبابت یونانی کے کتب خانوں کے حوالے کرنے اور حکیم محمد قاسم مرحوم کے ورثاء کو ۸۰ روپے ماہوار بطور معاوضہ دینے کی سفارش کی ۔ جب یہ سفارشات نواب میر عثمان علی خان کی خدمت میں پیش کی گئیں تو انھوں نے اپنے ایک فرمان مورخہ ۲۸ / ڈسمبر ۱۹۳۹ء کے ذریعہ اس کتب خانے کو پوری طرح سرکاری نگرانی میں لے لینے اور حکیم مرحوم کے ورثاء کے نام یکم جنوری ۱۹۴۰ء سے ۸۰ روپے ماہوار کی بجائے ایک سو روپے ماہوار جاری کرنے کے احکام صادر کئے ۔ اس فرمان میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی کہ یہ ماہوار بطور معاوضہ جاری کی جارہی ہے اس لئے جائز ورثاء پر یہ ماہوار آئندہ بحال رہے گی ۔

نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع نے اپنے ایک اور فرمان مورخہ ۲۱ ڈسمبر ۱۹۱۸ء کے ذریعہ ان تمام مخطوطات اور قطعات کو جنھیں مالی طور پر پریشان حال اشخاص نے رہن رکھوایا تھا بذریعہ کوتوال رہن سے چھڑوانے کے لئے احکام صادر کئے ۔ علاوہ ازیں انھوں نے رہن کی رقم حکومت کی جانب سے ادا کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے اس خاص کام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی تاکہ اس سلسلے میں ضروری کارروائی کی جاسکے ۔ اسی فرمان کے آخر میں انھوں نے حکم دیا کہ جس قدر نادر مخطوطات ریاست میں جابجا منتشر و بری حالت میں ہیں وہ سب ان کے ہاں داخل ہوجانے چاہئیں ۔

نواب میر عثمان علی خان یہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ مالی منفعت کی خاطر یہاں

کے نایاب اور نادر مخطوطات بیرون ریاست فروخت کر دیں ۔چنانچہ آج سے تقریباً پون صدی قبل انھوں نے سابق ریاست حیدرآباد میں مخطوطات کی برآمد پر امتناع عائد کر دیا تھا ۔اس بارے میں ۲۳ / ڈسمبر ۱۹۱۸ء کو ان کا یہ فرمان صادر ہوا تھا کہ نایاب و عمدہ مخطوطات کو خود غرض اشخاص کم قیمت پر خرید کر ممالک غیر میں لے جاکر نفع و فائدہ حاصل کرتے ہیں ۔لہذا اس کی روک تھام ضروری ہے ۔اس لئے حکم دیاجاتا ہے کہ آئندہ سے ایسی کتابوں کی برآمد مسدود کر دی جائے اور اس کی نگرانی کے لئے بذریعہ تحریر کوتوال بلدہ کو حکم دیا جائے ۔

کسی لاوارث شخص کے انتقال پر اس کی جائداد ، مال و اسباب کے ساتھ ضبط کر لی جاتی تھی ۔ظاہر ہے کہ مال و اسباب میں کتابیں اور مخطوطات ہونے کی صورت میں وہ بھی ضبط کر لئے جاتے تھے لیکن آصف سابع نے اپنے فرمان مورخہ ۱۶ / فبروری ۱۹۱۹ء کے ذریعہ حکم دیا کہ آئندہ سے لاوارث مال میں اگر کتابیں اور مخطوطات برآمد ہوں تو وہ ان کے ملاحظے میں پیش کر دیئے جائیں ۔

آصف سابع کی مخطوطات سے دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطات کی ایک توضیحی فہرست ملاحظہ کرنا چاہتے تھے اور انھوں نے کتب خانہ آصفیہ جاکر ان مخطوطات کو دیکھنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا ۔اس بارے میں ایک فرمان مورخہ ۱۲ / فبروری ۱۹۲۲ء جاری ہوا تھا ۔اس فرمان میں انھوں نے حکم دیا تھا "کتب خانہ آصفیہ میں اگر قلمی کتب یا دواوین موجود ہوں تو ان کی فہرست تیار کر کے میرے ملاحظے میں گزرانی جائے کہ یہ کس کس فن میں ہیں ، کس سنہ کے لکھے ہوئے ہیں ، کاتب کون ہیں اور آیا سادہ ہیں یا مطلا و مذہب ۔اگر ضرورت ہو تو میں خود ایک دن آکر ان کو دیکھوں گا" ۔

متذکرہ حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ سابق ریاست حیدرآباد میں ہر طرح حتیٰ کہ برآمد پر امتناع عائد کر کے مخطوطات کی حفاظت کی گئی ۔برآمد پر امتناع کے دائرے میں مخطوطات کی اسمگلنگ کی روک تھام اہمیت رکھتی ہے ۔فرامین کے ذریعہ مخطوطات کے تحفظ کے سلسلے میں جو قانونی طریقہ کار مقرر کر دیا گیا تھا اور جو لزوم عائد کئے گئے تھے ان کا مقصد بھی یہ تھا کہ نایاب و نادر مخطوطات میں دستیاب بیش بہا مواد ضائع نہ

ہونے پائے اور اس مواد کے استفادے سے علوم و فنون کی ترقی میں مدد ملے ۔

ماخذ

Instalment No. 84, List No. 5, Serial No. 436

مقدمہ :۔ نسبت خریدی کتب خانہ حکیم محمد قاسم صاحب مرحوم معالج سمیات

میرا یہہ حکم عام کی اطلاع کیلئے جریدۂ غیر معمولی میں کل شائع کر دیا جائے کہ جو شخص قلمی قدیم کتب یا قطعے محررۂ
عماد الحسینی دیلمی یکے گزرانیگا تو اوسکی دو صورتیں ہوں گی ۔ یعنی اول یہہ کہ واجبی قیمت پر اشیاء مذکورہ خرید کرلی جائیں گی
دوم یہہ کہ خاص خاص حالات میں بمعاوضۂ اشیاء مذکورہ تاحیات ماہوار خاص یا بطور وظیفہ جاری کیا جائیگا بشرطیکہ
پسند آئیں ۔

۹ ربیع الاول شریف سنہ ۱۳۳۷ شنبہ

نقل فرمان مبارک اعلیٰحضرت قدر قدرت حضور پر نور بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

سلسلہ :- عرضداشت جنیفہ عدالت و امور عامہ مورخہ ۱۴ شوال المکرم ۱۳۵۸ھ جو حکیم محمد قاسم مرحوم کے کتب خانہ کی نسبت ہے۔

حکم :- یہ کتب خانہ تمام و کمال سرکاری نگرانی میں لے لیا جائے جس کے بعد تفصیل سے اس پر نظر ڈالی جائے گی۔ اور ان کتب کی تقسیم سرکاری محکمہ جات میں کرنا ہوگی۔ البتہ یکم جنوری ۱۹۴۰ء سے حکیم مرحوم کے ورثا کے نام معاوضہ ۸۰ روپیہ ماہوار قائم رہے (کیونکہ یہ معاوضہ جو جاری ہو رہا ہے جو کہ جائز ورثا کو آئندہ بھی ادا رہے گی) یکصد روپیہ ماہوار جاری کیا جائے تاکہ اچھا خاصہ معاوضہ ورثا کو ملے بس جس پر عمل ہو۔ (بثبت دستخط مبارک)

۲۶ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ

نقل مطابق اصل ہے

[illegible]

دستخط

جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کا پس منظر

حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کا قیام ایک عظیم تاریخی واقعہ تھا۔ اس دانش گاہ نے نہ صرف یہ کہ سابق ریاست حیدرآباد میں اعلیٰ تعلیم کی روشنی پھیلائی بلکہ اس مخزن علوم وفنون کی وجہ سے ہمہ جہتی ترقی خاص کر معاشی و صنعتی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔ اس عظیم جامعہ کے کیمپس اور عمارتوں کی تعمیر کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے۔ میں نے آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں محفوظ ریکارڈ کے مواد کی بنیاد پر چھان بین کر کے، تحقیق کی مختلف کڑیوں کو جوڑ کر متعلقہ مطبوعات اور محصلہ مواد کی مدد سے یہ مضمون قلمبند کیا ہے جس میں کیمپس کے لئے دور دور تک پھیلی ہوئی اراضی کے انتخاب کے سلسلے میں ابتدائی تجویز سے لے کر فقید المثال آرٹس کالج اور دیگر عمارتوں کی تعمیر کے منصوبے، معماروں کے انتخاب، ہر مرحلہ پر فیاضانہ رقمی منظوریاں اور آرٹس کالج کی عمارت کے افتتاح کی یادگار تقریب کا بیان شامل ہے۔ ان تمام تفصیلات سے واضح ہوگا کہ اعلیٰ تعلیم کی قدردانی میں بھی حیدرآباد برصغیر کے دوسرے علاقوں سے پیچھے نہ تھا۔ اس علاقے کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب دوسرے تھے جن میں تاریخی، سماجی اور معاشی اسباب شامل تھے جو دیسی ریاستوں کا مقدر بنے ہوئے تھے لیکن اعلیٰ تعلیم کی اشاعت اور ترقی کے لئے عظیم پیمانے پر جامعہ عثمانیہ کے قیام کے ذریعہ جو جست لگائی گئی تھی وہ نہ صرف دیسی ریاستوں کے لئے بلکہ ملک کے دوسرے حصوں کے لئے بھی لائق تقلید تھی۔

اس جامعہ کی تعمیر کے سلسلے میں منصوبہ سازی اور حکمت علمی میں پون صدی قبل مستقبل کی ضروریات اور تقاضوں کا خاص خیال رکھا گیا تھا جس کا اظہار اس جامعہ کے کیمپس کے طول وعرض اور اسکی وسعتوں سے ہوتا ہے جن میں ضروریات کے سینکڑوں

گنا اضافہ کو بہ سہولت سمو دیا گیا ہے اور شاید آئندہ طویل مدت تک بھی یہ احاطہ مسلسل جامعہ کی ترقی پذیر ضروریات کے سلسلہ میں تنگدامانی کا احساس ہونے نہ دے گا

جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے ابتداء میں بمقام اڈیکمیٹ ۱۴ سو ایکڑ اراضی کا علاقہ پسند و منتخب کیا گیا لیکن علی نواز جنگ معتمد تعمیرات نے جامعہ کی عمارتوں کو بمقام گولکنڈہ تعمیر کرنے کی تجویز پیش کی ۔ آصف سابع نے اس تجویز کو منظوری دینے کی بجائے جامعہ کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے شاہی عمارتوں کی پیش کش کی ۔ چونکہ شاہی عمارتوں سے جامعہ کی ضروریات کی تکمیل ممکن نہیں تھی اس لئے یہ اسکیم عملی صورت اختیار نہ کر سکی ۔ ملک پیٹھ میں بھی جامعہ کی عمارتوں کو تعمیر کرنے کے بارے میں غور و خوض کیا گیا لیکن یہ اراضی بھی جامعہ کی ضروریات کے لئے کافی نہیں تھی اس لئے آخر کار بمقام اڈیکمیٹ ہی عمارتوں کی تعمیر شروع کرنے کے احکام جاری کئے گئے ۔ مقام کے انتخاب کے لئے جنوری ۱۹۲۱ء میں کار روائی کا آغاز ہوا تھا اور اس بارے میں آٹھ سال بعد جنوری ۱۹۲۹ء میں قطعی فیصلہ ہوا اور منظوری دی گئی ۔ جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں محکمہ تعمیرات کے دو انجینیروں کو بیرونی دورے پر روانہ کیا گیا تاکہ وہ ان ممالک کی جامعات کے لئے تعمیر کردہ نئی عمارتوں کا معائنہ کریں ۔ ایک بیرونی ماہر فن کا مشیر آرکیٹکٹ کے طور پر تقرر کیا گیا ۔ آرٹس کالج کی عمارت کی تعمیر کا کام ۱۳ / جنوری ۱۹۳۴ء سے شروع ہوا اور نومبر ۱۹۳۹ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا ۔ احاطہ جامعہ عثمانیہ میں آرٹس کالج کی عمارت کے علاوہ دیگر عمارتوں کی تعمیر کا سلسلہ بھی جاری رہا ۔ ان عمارتوں کی تعمیر پر بے دریغ رقومات صرف کی گئیں ۔ چونکہ اڈیکمیٹ میں بڑی اور مستقل عمارات کی تعمیر کے لئے کافی عرصہ درکار تھا اس لئے کیمپس میں پہلے عارضی عمارتیں تعمیر کی گئیں اور جامعہ ۱۹۳۴ء میں توپ کا سانچہ اور کنگ کوٹھی روڈ پر واقع کرایہ کی عمارتوں سے ان نئی تعمیر شدہ عارضی عمارتوں میں منتقل ہوئی ۔ آرٹس کالج کی عمارت کی تعمیر پر تقریباً تیس لاکھ روپے صرف ہوئے اور اس عمارت کی تعمیر مکمل ہونے پر آصف سابع نواب میر عثمان علی خان نے ۴ / ڈسمبر ۱۹۳۹ء کو ایک یادگار تقریب میں اس عظیم الشان عمارت کا افتتاح کیا ۔

آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز میں اس بارے میں جو سرکاری کار روائیاں

دستیاب ہیں ان کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سر علی امام، صدر اعظم اور دیگر دو عہدیداروں نے جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے اراضی کے انتخاب کی غرض سے دو مقامات کا معائنہ کیا تھا۔ ایک تالاب مانصاحبہ کے قریب دوسرا بمقام اڈیکمیٹ۔ قطعہ اول الذکر آبادی کے قریب اور نشیب میں واقع تھا اور وہاں مزید توسیع کی گنجائش نہیں تھی اس لئے اسے ناپسند کیا گیا۔ ثانی الذکر بالاتفاق پسند کیا گیا۔ ایک عرضداشت مورخہ ۳ / جمادی الاول ۱۳۳۹ م ۱۳ / جنوری ۱۹۲۱ء میں اس قطعہ اراضی کے بارے میں یہ تفصیلات درج کی گئیں کہ قطعہ مذکور بمقام اڈیکمیٹ، باغ لنگم پلی سے کوہ مولا علی کو جانے والی سڑک پر لوکل اسٹیشن سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ یہ مرتفع مقام متعدد ٹیلوں پر مشتمل ہے جہاں سے شہر کا خوش نما منظر پیش نظر رہتا ہے۔ ان ٹیلوں پر جامعہ عثمانیہ کی عمارتیں، تدریسی اسٹاف کے رہائشی مکانات اور بورڈنگ ہاوز بنائے جاسکتے ہیں۔ اس کے عقب میں وسیع میدان ہے جو کھیل اور تفریح گاہ کے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ چلکل گوڑہ کے خزانہ آب سے مقام مذکور کو پینے کا پانی سربراہ کیا جاسکتا ہے۔ اڈیکمیٹ کے قطعہ اراضی کے بارے میں تفصیلات درج کرنے کے بعد عرضداشت میں لکھا گیا کہ جامعہ عثمانیہ کے لئے چودہ سو (۱۴۰۰) ایکڑ اراضی حاصل کرنے کی تجویز کی گئی ہے تاکہ آئندہ مزید توسیع کی گنجائش رہ سکے اور جامعہ کی عمارتوں کے قریب دوسری عمارتوں کے تعمیر ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ اس اراضی کا ۲۵ سالہ معاوضہ سرسری طور پر دو لاکھ قرار پایا ہے اور عہدیدار خاص کی طرف سے تشخیص کے بعد بموجب تشخیص رقم ادا کی جائیگی۔ عرضداشت کے آخر میں آصف سابع سے سرسری برآورد رقمی دو لاکھ کی منظوری صادر کرنے کی درخواست کی گئی۔

آصف سابع نے جامعہ عثمانیہ کی عمارات کے لئے اڈیکمیٹ کا مجوزہ علاقہ پسند نہیں کیا۔ وہ کسی دور دراز مقام کی بجائے اندرون شہر جامعہ عثمانیہ کی عمارات تعمیر کروانا چاہتے تھے چنانچہ ان کا جو فرمان مورخہ ۱۰ / جمادی الاول ۱۳۳۹ھ م ۲۰ / جنوری ۱۹۲۱ء صادر ہوا تھا اس کا متن درج ذیل ہے۔

"کیا جامعہ عثمانیہ کے لئے ہائی کورٹ وغیرہ کی مانند اندرون شہر کوئی

جگہ تجویز نہیں ہو سکتی؟

اڈیکمیٹ جیسے دور دراز مقام کی بہ نسبت ہائی کورٹ کی عمارت کے قریب ہی کوئی عمدہ مقام تجویز ہو تو زیادہ مناسب رہے گا ۔ اس بارے میں صیغہ متعلقہ سے جلد کیفیت پیش ہو" ۔

آصف سابع کے مذکورہ بالا احکام کی تعمیل میں مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کے اجلاس میں یہ مسئلہ پیش ہوا جس میں مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کے اراکین کے علاوہ چیف انجینیر، شریک معتمد تعمیرات اور معتمد مجلس آرائش بلدہ بھی مقام کے انتخاب کی نسبت مشورہ دینے کے لیے مدعو کیئے گئے تھے ۔ مجلس اعلی جامعہ عثمانیہ کے سامنے یہ کیفیت پیش ہوئی کہ آصف سابع کا فرمان صادر ہونے کے بعد اکبر حیدری معتمد تعلیمات ، کرامت اللہ شریک معتمد تعمیرات اور راس مسعود ناظم تعلیمات نے ان کل اراضیات کا معائنہ کیا جو اندرون شہر رود موسیٰ کے کنارے واقع ہیں ۔ ان میں دو قطعات قابل غور تھے ۔ ایک مستقل عمارت سٹی ہائی اسکول اور دوسرا قلعہ گولکنڈہ کے پریڈ گراونڈ کے قریب کا علاقہ ۔ اول الذکر اس قدر وسیع نہیں ہے کہ جامعہ عثمانیہ کی ضرورت کے لئے کافی ہوسکے اور آخر الذکر شہر سے اس قدر فاصلہ پر ہے جس قدر اڈیکمیٹ ۔ مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کی جانب سے تمام امور پر غور کرنے کے بعد بالاتفاق طے پایا کہ آصف سابع کی خدمت میں یہ عرض کیا جائے کہ جملہ حالات کے پیش نظر اڈیکمیٹ کا مقام جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے بہترین ہے ۔ مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے یہ تجویز کیا کہ جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے ماہر فن آرکیٹکٹ کا انتخاب ایک کمیٹی میں کیا جائے جس کے اراکین سر علی امام ، صدر اعظم ، گلانسی ، صدر المہام فینانس ، اکبر حیدری ، معتمد تعلیمات اور کرامت اللہ ، شریک معتمد تعمیرات ہوں ۔ نیز جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر مشرقی طرز پر ہو اور ہندوستان کے قدیم اسلامی طرز تعمیر Indo Saracenic کو ترجیح دی جائے ۔ جب مذکورہ بالا تفصیلات ایک عرضداشت کے ذریعہ آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے پیش کی گئیں تو آصف سابع کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ م ۱۸/ جولائی ۱۹۲۱ء صادر ہوا ۔

"جب کہ جامعہ عثمانیہ کے لئے اڈیکمیٹ سے بہتر دوسری جگہ دستیاب

نہیں ہو سکتی ہے تو مجلس اعلیٰ اور صدر اعظم کی رائے مناسب ہے ۔
حسبہٗ جامعہ عثمانیہ کی عمارات کی تعمیر کے لئے اڈیکمیٹ میں چودہ سو ایکڑ اراضی حاصل کی جائے اور حصول اراضی و تصفیہ معاوضہ کے لئے ایک عہدہ دار مقرر کیا جائے اور جامعہ عثمانیہ کی عمارات کے لئے ماہر فن کا انتخاب ایک کمیٹی کے ذریعہ سے کیا جائے جس کے صدر نشین صدر اعظم اور ارکان صدر المہام فینانس ، معتمد تعلیمات و معتمد تعمیرات ، شاخ عام مقرر ہوں ۔ جامعہ عثمانیہ کی عمارات کی تعمیر مشرقی طرز پر ہو اور ہندوستان کے قدیم اسلامی طرز کو ترجیح دی جائے "

مذکورہ بالا فرمان کی تعمیل میں ماہر فن کے انتخاب کے لئے مجوزہ کمیٹی کا انعقاد عمل میں آیا جس نے ماہر فن کے انتخاب کے بارے میں اپنی رائے پیش کی ۔ باب حکومت نے ایک قرار داد میں مہر علی فاضل کے تقرر کی اس بنیاد پر سفارش کی کہ وہ پانچ سال سے جدید عمارتوں کی تعمیر پر مقرر ہیں اور جن کی ذاتی نگرانی میں عدالت العالیہ ، سٹی ہائی اسکول مکمل ہو چکے ہیں اور عثمانیہ جنرل ہاسپٹل زیر تعمیر ہے ۔ ماہر فن کے انتخاب کے لئے کمیٹی کی رائے اور باب حکومت کی قرار داد کو ایک عرضداشت میں درج کر کے اسے آصف سابع کی خدمت میں پیش کیا گیا ۔

آصف سابع نے حسب ذیل فرمان مورخہ ۸ / رجب ۱۳۴۰ھ م ۸ / مارچ ۱۹۲۲ء کے ذریعہ مہر علی فاضل کے تقرر کی منظوری دی ۔

" باب حکومت کی رائے مناسب ہے ۔ حسبہٗ عمارات جامعہ عثمانیہ اور دیگر سرکاری عمارتوں کی تعمیر کے لئے ایک مستقل جائداد آرکیٹکٹ کی قائم کر کے اس پر مہر علی فاضل کا تقرر کیا جائے اور ان کو اس خدمت کی ماہوار ابتدائی ایک ہزار تین سو روپے باضافہ پچاس روپے سالانہ ماہوار انتہائی ایک ہزار پانچ سو روپے دی جائے ۔ مگر مہر علی فاضل کے تیار کئے ہوئے نقشہ جات پر بصورت ضرورت باہر کے بہترین ماہر فن سے وقتاً فوقتاً مشورہ لیا جا سکتا ہے " ۔

اڈیکمیٹ میں جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے سلسلہ میں ابتدائی نوعیت کے

کام کا آغاز ہوا اور آصف سابع نے فرمان مورخہ ۷ / اکٹوبر ۱۹۲۲ء کے ذریعہ اڈیکمیٹ میں واقع منظورہ مقام کی زمین کو ہموار کرنے اور سڑکیں بنانے کے لئے ایک لاکھ روپے کی براوردمنظور کی۔

آصف سابع جامعہ عثمانیہ کی عمارتیں علی نواز جنگ کی نگرانی میں تعمیر کروانا چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے اس سلسلے میں حسب ذیل فرمان مورخہ ۲۰ / جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ م ۲۷ / جنوری ۱۹۲۴ء جاری کیا۔

"میں نے قبل ازیں حکم صادر کیا تھا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کی عمارتوں کی تعمیر علی نواز جنگ معتمد تعمیرات کے زیر نگرانی ہونی چاہیئے جس کے وہ ذمہ دار رہیں گے۔اس کے معنی یہی ہیں کہ ان عمارات وغیرہ کے نقشوں کی تیاری براوردات کی ترتیب کا کام بھی ان سے متعلق رہے گا۔ پس ان کو حکم دیا جائے کہ براوردات مذکور مرتب کر کے حسب ضابطہ بذریعہ عرضداشت میری منظوری حاصل کریں"۔

علی نواز جنگ، معتمد تعمیرات کے بارے میں فرمان صادر ہونے پر انھوں نے ایک خط اظہر جنگ کو تحریر کیا جس میں انھوں نے لکھا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے گولکنڈہ کا مقام بہت موزوں ومناسب رہے گا۔آصف سابع نے علی نواز جنگ کے اس خیال کو قابل اعتنا سمجھا اور اس پر غور وخوض کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دینے کے احکام صادر کئے۔اس بارے میں آصف سابع کا جو فرمان مورخہ ۱۰ / شعبان ۱۳۴۲ھ م ۱۷ / مارچ ۱۹۲۴ء صادر ہوا تھا اس کا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"معتمد تعمیرات علی نواز جنگ کا خط موسومہ اظہر جنگ ملفوف ہے۔ اس میں معتمد تعمیرات نے اپنا خیال تعمیر عثمانیہ یونیورسٹی سے متعلق جو ظاہر کیا ہے وہ ایک حد تک قابل غور ہے۔پس ان امورات پر غور کرنے کے لئے تین اشخاص کی ایک کمیٹی منعقد کی جائے جس میں ایک رکن معتمد تعمیرات علی نواز جنگ۔دوسرے ایک رکن باب حکومت مثلاً تلاوت جنگ اور تیسرے رکن حیدر نواز جنگ شریک رہیں اور ممکن ہو تو ایک اور رکن صیغہ تعلیمات سے مثلاً مسعود جنگ کو شریک

کر لیا جائے اور مذکور کمیٹی تمام امورات پر غور کر کے اپنی رائے باب حکومت میں پیش کرے اور باب حکومت اپنی رائے کے ساتھ حکم مناسب کے لئے میرے ملاحظے میں کارروائی پیش کرے جس کے لئے ایک ماہ کی مہلت کافی ہے"۔

آصف سابع کے مذکورہ بالا حکم کی تعمیل میں کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ اس امر پر غور کرے کہ جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے گولکنڈہ کا مقام مناسب ہوگا کہ نہیں۔ کمیٹی کے تین اجلاس ہوئے اور کمیٹی نے جو رپورٹ مرتب کی تھی وہ باب حکومت کے اجلاس میں پیش کی گئی۔ باب حکومت کے بعض ارکان نے جن میں صدر اعظم بھی شریک تھے اڈیکمیٹ کے اس رقبہ اراضی کا معائنہ کیا جو عثمانیہ یونیورسٹی کی عمارتوں کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ معائنہ کے وقت علی نواز جنگ معتمد تعمیرات بھی موجود تھے جنھوں نے اس رقبہ اراضی کی نسبت یہ اعتراضات کئے تھے کہ اس مقام پر آبرسانی کے انتظامات میں ناقابل حل دشواریاں پیدا ہوں گی اور جملہ ضروریات کے لئے پانی نہیں پہنچ سکیگا اور دوسرے یہ کہ مجوزہ ڈرینج اسکیم سے اندیشہ ہے کہ اس علاقے میں مضر صحت اثرات پیدا ہونگے۔ ان وجوہات کی بناء پر باب حکومت میں قرار داد منظور ہوئی کہ اڈیکمیٹ کا مقام یونیورسٹی کے لئے مناسب و موزوں مقام نہیں ہے اور باب حکومت کو گولکنڈہ کے مقام پر یونیورسٹی کی عمارتیں تعمیر کرنے سے اتفاق ہے۔ یہ تمام تفصیلات ایک عرضداشت میں درج کی گئیں اور اس عرضداشت کے ساتھ علی نواز جنگ معتمد تعمیرات کا خط اور کمیٹی کی رپورٹ آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کی گئی۔ اس عرضداشت پر آصف سابع نے گولکنڈہ کے مقام پر جامعہ عثمانیہ کی عمارتیں تعمیر کرنے کی منظوری دینے کی بجائے خود اپنی رہائش کے لئے تعمیر کردہ عمارتوں کو جامعہ عثمانیہ کے لئے فراہم کرنے کا پیشکش کیا۔ اس بارے میں ان کا حسب ذیل فرمان مورخہ ۲۵/ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ م ۲۸/ جولائی ۱۹۲۴ء صادر ہوا۔

"عثمانیہ یونیورسٹی کے لئے عمارتیں تعمیر کرنے کا جو مسئلہ اس وقت زیر غور ہے اس کے متعلق میں نے بعد غور وخوض بسیار یہی مناسب سمجھا کہ اس کے لئے میں خاص اپنے تعمیر کردہ عمارتیں دیدوں۔ یعنی

کل نذری باغ (جس میں کہ اس وقت میرا قیام ہے) کل عثمان منشن وکل مدرسہ عالیہ تاکہ سب ضرورتوں کو یہ مختلف عمارتیں کافی ہوسکیں جو نہایت وسیع وشاندار عمارتیں ہیں جن کی لاگت میں صرفخاص نے لاکھوں روپیہ لگایا ہے اور مدرسہ عالیہ کا میدان کھیل کود کے واسطے زیادہ موزوں ہے ۔ اس کے سوا یہ مقام وسط شہر میں واقع ہے جہاں کی آب وہوا ہمیشہ نہایت پاک وصاف رہتی ہے اور طرہ یہ کہ شہر سے بھی زیادہ بعد مسافت نہیں ہے ۔ پس ان خوبیوں کے مد نظر دیوانی کی عمارتیں یونیورسٹی کے لئے تعمیر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ البتہ ان عمارتوں وزمین ہائے متعلقہ کو ایک شرط سے دیا جاتا ہے کہ باضابطہ ان کی لاگت سے متعلق برآور دات مرتب ہوں اور جو کچھ لاگت ان کی قرار پائے وہ دیوانی یکمشت صرفخاص کو ادا کر دینے پر صرفخاص انکو دیوانی کے تفویض کر سکتا ہے اور اسی کے ساتھ ہی کم از کم ۵ سال کی مہلت صرفخاص کو دی جائے تاکہ جو لوگ وسامان کہ اسوقت ان عمارتوں میں ہے وہ دوسری جگہ منتقل ہوسکے"۔

جامعہ عثمانیہ کے لئے شاہی عمارتوں کا پیشکش کئے جانے کے بعد باب حکومت نے عمارتوں سے متعلق مواد جامعہ عثمانیہ سے طلب کرنے کی اجازت مانگی تاکہ یہ اندازہ کیا جاسکے کہ جامعہ کی موجودہ اور آئندہ ضروریات کے لحاظ سے کتنی اور کس وسعت کی عمارتیں درکار ہوں گی ۔ فرمان مورخہ غرہ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ م یکم اکتوبر ۱۹۲۴ کے ذریعہ یہ حکم دیا گیا کہ یونیورسٹی سے مطلوبہ مواد طلب کر کے اس کو ایک کمیٹی میں پیش کیا جائے جس کے اراکین فصیح جنگ معتمد مال، مسعود جنگ ناظم تعلیمات اور علی نواز جنگ معتمد تعمیرات ہوں ۔ کمیٹی کی رائے باب حکومت میں پیش کر کے اس کے نتیجے سے بذریعہ عرضداشت اطلاع دی جائے ۔ اس حکم کی تعمیل میں مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ سے مطلوبہ مواد طلب کر کے مجوزہ کمیٹی میں پیش کیا گیا جس میں جامعہ عثمانیہ کی ضروریات کا اندازہ کیا گیا اور شاہی عمارتوں کے نقشہ جات کو سامنے رکھ کر اس امر پر غور کیا گیا کہ آیا شاہی عمارتیں جامعہ عثمانیہ کی ضروریات کے لئے مکتفی ہو

سکتی ہیں ۔ کمیٹی ان امور پر کافی غور و خوض کے بعد حسب ذیل نتائج پر پہنچی ۔
۱) جو اراضی مرحمت کیئے جانے کی تجویز ہے اس کا رقبہ تیس ایکر ہے ۔ اس قدر رقبہ جامعہ عثمانیہ کی اولین تعلیمی و انتظامی عمارتوں اور قیام گاہ طلبہ کے لئے ناکافی ہے ۔
۲) شاہی عمارتوں میں ۵۰۰ سے زیادہ طلبہ کی رہائش کے لئے گنجائش نہیں ہے جب کہ جامعہ عثمانیہ کے لئے جو کہ رزیڈنشیل یونیورسٹی ہے ابتدا میں کم از کم ۵۰۰ سے زیادہ طلبہ کی رہائش کا انتظام لازمی ہے اور بعد میں ۲۰۰۰ طلبہ کا ۔

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر کمیٹی نے رائے دی کہ شاہی عمارتوں اور متصلہ اراضی سے جامعہ عثمانیہ کی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں ۔ ایک عرضداشت مورخہ ۲۲ / ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ / ۵ جون ۱۹۲۵ء کے ذریعہ کمیٹی کی رپورٹ آصف سابع کے ملاحظہ اور احکام کے لئے پیش کی گئی ۔ اس عرضداشت پر آصف سابع کا کوئی فرمان صادر نہیں ہوا اور تقریباً تین چار سال کی مدت تک جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوسکا کیونکہ اس دوران سرکاری دفاتر اور سکریٹریٹ کے دفاتر کے لئے مقام کے انتخاب اور عمارتوں کی تعمیر کا مسئلہ چھڑ گیا تھا ۔ اسی اثناء میں بمقام ملک پیٹھ ابتداء میں جامعہ عثمانیہ اور بعد ازاں سرکاری دفاتر اور سکریٹریٹ کے دفاتر کی عمارتیں تعمیر کرنے کی تجویز پیش ہوئی ۔ آصف سابع نے ملک پیٹھ میں سرکاری دفاتر اور سکریٹریٹ کے لئے عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی ۔ اس کمیٹی نے متفقہ طور پر رائے دی کہ ملک پیٹھ کا مقام سکریٹریٹ کی عمارتوں کی تعمیر کے لئے موزوں نہیں ہے ۔ اس کے چند وجوہ بیان کرتے ہوئے کمیٹی نے کہا کہ آصف سابع کی خدمت میں معروضہ پیش کیا جائے کہ اڈیکمیٹ میں یونیورسٹی کی عمارات کی تعمیر کی اجازت فوراً مرحمت فرمائی جائے جس کی شدید ضرورت ہے اور یونیورسٹی عمارتوں کی تعمیر سکریٹریٹ اسکیم کی تابع نہیں ہے ۔ اس بارے میں باب حکومت میں قرارداد منظور کی گئی کہ جامعہ کے لئے موزوں عمارتوں کی عدم موجودگی میں حکومت کو سالانہ کرایہ کا کثیر بار برداشت کرنا پڑرہا ہے ۔ اگر اڈیکمیٹ میں عمارتوں کی تعمیر کی جلد اجازت مرحمت ہو جائے تو تعلیم میں سہولت اور مصارف میں کفایت ہوگی ۔ کمیٹی کی سفارشات اور باب حکومت کی قرارداد ایک عرضداشت مورخہ

۲۶ / جمادی الثانی ۱۳۴۷ ام ۹ / ڈسمبر ۱۹۲۸ء میں درج کر کے اسے آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کیا گیا ۔ آصف سابع نے فرمان مورخہ ۵ / شعبان ۱۳۴۷ھ م ۱۷ / جنوری ۱۹۲۹ء کے ذریعہ حکم دیا کہ اڈیکمیٹ میں یونیورسٹی کی عمارتوں کی تعمیر شروع کر دی جائے ۔

جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کے لئے مقام کے انتخاب کا قطعی فیصلہ ہوجانے کے بعد بلڈنگ کمیٹی نے سررشتہ تعمیرات کے دو انجینیروں سید علی رضا اور سید زین الدین حسین خان کو جاپان ، امریکہ ، یورپ ، مراکش ، مصر ، شام اور عراق روانہ کرنا طے کیا تاکہ یہ انجینیر ان ممالک کی جامعات کی نئی تعمیر کردہ عمارتوں کا معائنہ کریں اور کسی موزوں آرکیٹکٹ کا نام تجویز کریں جس کا بطور مشیر آرکیٹکٹ تقرر کیا جاسکے ۔ باب حکومت نے ان انجینیروں کی تعیناتی ، تنخواہ والاونس اور برآورد سفر کی منظوری دینے کی سفارش کی اور آصف سابع نے فرمان مورخہ ۲۶ / ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ م ۲۰ / سپٹمبر ۱۹۳۰ کے ذریعہ دونوں انجینیروں سے متعلق تجاویز کو منظوری دی ۔

آرکیٹکٹ کے تقرر کے بارے میں سر حیدر نواز جنگ نے لندن سے ایک ٹیلیگرام مورخہ ۲ / اکتوبر ۱۹۳۱ء روانہ کیا جس میں انھوں نے لکھا کہ ارنسٹ جاسپر کو چند شرائط کیساتھ جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں کا آرکیٹکٹ مقرر کرنے کے لئے حکومت کی ضروری منظوری حاصل کی جائے ۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ علی رضا اور سید زین الدین نے ارنسٹ جاسپر کی سفارش کی ہے کہ سراسنک طرز تعمیر کے یہ بہترین ماہر ہیں اور انھوں نے قاہرہ کی چند نفیس عمارتوں کے نقشے تیار کئے ہیں ۔ ان کی شرائط ملازمت انھوں نے اور علی نواز جنگ نے سر رچرڈ ٹرنچ اور مہدی یار جنگ کے مشورہ سے طے کی ہیں ۔ سب کی رائے یہ ہے کہ ارنسٹ جاسپر اس کام کے لئے نہایت موزوں ہونگے اور ان کا فوراً تقرر ہونا چاہئیے ۔ باب حکومت نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۶ / آذر ۱۳۴۱ف م ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ایک قرارداد منظور کی کہ ارنسٹ جاسپر کا تقرر یونیورسٹی عمارتوں کے لئے بطور آرکیٹکٹ منظور کیا جاسکتا ہے ۔ ایک عرضداشت میں اس کارروائی کی ساری تفصیلات اور باب حکومت کی قرارداد کو درج کر کے اسے آصف سابع کی خدمت میں پیش کیا گیا ۔ آصف سابع نے بذریعہ فرمان مورخہ ۲۴ / جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ م ۵ / نومبر

۱۹۳۱ء ارنسٹ جاسپر کے تقرر کی منظوری دیدی۔

مختلف نوعیت کے کاموں اور مختلف جائدادوں پر تقررات کی منظوری دینے کے علاوہ ایک اسکیم برائے تعمیر عمارات جامعہ عثمانیہ کو بھی جس کی مجموعی رقم چونتیس لاکھ آٹھ ہزار ایک سو ساٹھ روپے تھی آصف سابع نے اپنے فرمان مورخہ ۲۴ / ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ م ۲۰ / اپریل ۱۹۳۳ء کے ذریعہ منظور کیا۔

آرٹس کالج کی عمارت کے نقشہ جات ارنسٹ جاسپر، کنسلٹنگ آرکیٹکٹ کے مشوروں سے مرتب کر کے عثمانیہ یونیورسٹی بلڈنگ کمیٹی میں پیش کئے گئے۔ کمیٹی مذکور کے دو اجلاسوں میں اس بارے میں صلاح و مشورہ ہوا اور ان پر پسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ اس کالج کی عمارت کی تفصیلی برآورد مرتب کی گئی۔ چنانچہ عمارت، فٹنگس اور فرنیچر کی رقم ۲۷ لاکھ ۱۳ ہزار روپے قرار پائی۔ ایک عرضداشت میں آرٹس کالج کی عمارت کی ۲۷ لاکھ ۱۳ ہزار روپے کی برآورد کی تفصیلات درج کر کے لکھا گیا کہ عمارت دو منزلہ تجویز کی گئی ہے اور یہ مقامی ساسانی طرز پر ہوگی جس میں بیدر، اورنگ آباد اور بلدہ حیدرآباد کی عمارتوں کی اہم خصوصیات شامل رہینگی۔ اس میں دور جدید کی عمارات کی جملہ ضروریات ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اس میں دو ہزار طلبہ کی تعلیم کے لئے گنجائش ہے۔ اس کار روائی کی ساری تفصیلات درج کرنے کے بعد آصف سابع سے ۲۷ لاکھ ۱۳ ہزار روپے کی منظوری عطا کرنے کی درخواست کی گئی۔ اس عرضداشت کیساتھ آرٹس کالج کی عمارت کے نقشہ جات بھی آصف سابع کے ملاحظے کے لئے پیش کئے گئے۔ آصف سابع نے بذریعہ فرمان ۶ / رجب ۱۳۵۲ھ م ۲۶ / اکٹوبر ۱۹۳۳ء آرٹس کالج کی عمارت کی تعمیر کی برآورد رقمی ۲۷ لاکھ ۱۳ ہزار روپے منظور کی۔ آصف سابع نے اسی تاریخ کے فرمان کے ذریعہ اقامت خانوں، باورچی خانوں اور ڈائننگ ہالوں کی تعمیر کے لئے نو لاکھ روپے منظور کئے۔

ابتدائی قیام جامعہ سے عثمانیہ کالج، انجینیرنگ کالج، ٹریننگ کالج، دارالترجمہ، دفتر معتمد (رجسٹرار آفس) اور یونیورسٹی اسٹاف یونین کرایے کی ۲۴ عمارتوں میں کام کر رہے تھے ان عمارتوں کے مالکان نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ جب مدت قریب الختم ہوتی تو وہ کرایہ میں غیر معمولی اضافہ یا تخلیہ عمارت کا نوٹس دیدیتے تھے جس سے

ارباب جامعہ کو سخت دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ۔ بعض عمارتوں کی سالانہ مرمت ، ٹیکس اور صفائی کے اخراجات بھی متعلقہ کالج کی جانب سے ادا کئے جاتے تھے ان عمارتوں کے کرایے کی جملہ رقم اناسی ہزار دو سو ساٹھ روپے سالانہ تھی ۔ ان تمام دقتوں کے باوجود انتظام تشفی بخش نہیں تھا کیونکہ عمارتیں علحدہ علحدہ مقامات پر واقع تھیں اور وہ اس مقصد کے لئے تعمیر نہیں ہوئی تھیں جس مقصد کے لئے استعمال میں لائی جارہی تھیں ۔ ان امور کے پیش نظر مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ جامعہ کے لئے مستقل عمارتوں کی تعمیر ہونے میں پانچ تا دس سال کی مدت درکار ہوگی اس لئے اڈیکمیٹ میں عارضی عمارتیں تعمیر کی جائیں اور کالجوں اور دفتروں کو اڈیکمیٹ میں منتقل کر دیا جائے ۔ چونکہ اس وقت اڈیکمیٹ میں تمام سہولتیں مثلاً سڑک ، پانی ، بجلی وغیرہ بہم پہنچائی جاچکی ہیں اس لئے وہاں عارضی عمارتوں کی تعمیر مناسب معلوم ہوتی ہے ۔ تجویز میں یہ بھی کہا گیا کہ اس میں فائدہ یہ ہے کہ دس سال یعنی مستقل عمارتوں کی تعمیر مکمل ہونے تک جو کرایہ کا بار حکومت کو برداشت کرنا ہوگا اس سے سبکدوشی حاصل ہوجائے گی اور مستقل عمارتوں کی تعمیر کے بعد اگر ان عارضی عمارتوں سے کام لینا مقصود ہو تو یہ کام میں لائی جاسکتی ہیں یا ان کے انہدام کے بعد ان کا مال مسالہ بحد ۳۵ فیصد دوسری عمارتوں کے لئے کام میں لایا جاسکتا ہے ۔ جامعہ عثمانیہ کی بلڈنگ کمیٹی نے اس بارے میں یہ قرار داد منظور کی کہ جو عمارتیں جامعہ عثمانیہ کے لئے کرایے پر لی گئی ہیں ان میں سے بعض کی مدت قریب الختم ہے لہذا یہ نہایت ضروری ہے کہ آصف سابع کے ملاحظے میں یہ معروضہ پیش کیا جائے کہ جامعہ عثمانیہ کے موازنہ سے نو لاکھ پچاس ہزار روپے عارضی عمارتوں کی تعمیر کے لئے منظور کئے جائیں ۔ باب حکومت نے اس بارے میں یہ قرار داد منظور کی کہ جامعہ عثمانیہ کی بلڈنگ کمیٹی کی تحریک قابل منظوری ہے ۔ ایک عرضداشت میں عارضی عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں مذکورہ بالا تمام تفصیلات درج کر کے اسے آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کیا گیا ۔ آصف سابع نے فرمان مورخہ ۱۲ / رمضان ۱۳۵۲ھ م ۳۰ / ڈسمبر ۱۹۳۳ء صادر کرتے ہوئے عارضی عمارتوں کے تعمیر کے لئے نو لاکھ پچاس ہزار روپے کی منظوری دی اور حکم دیا کہ یکم جنوری ۱۹۳۴ء سے عمارتوں کی تعمیر کا کام شروع کر دیا

جائے۔

آصف سابع کی خدمت میں بذریعہ عرضداشت مورخہ ۷ / ربیع الاول ۱۹۵۳ھ م ۲۰ / جون ۱۹۳۴ء یہ اطلاع دی گئی کہ ابتدائی مراحل کی تکمیل کے بعد آرٹس کالج کی عمارت کی تعمیر کا کام ۲۶ / رمضان ۱۳۵۲ھ م ۱۳ / جنوری ۱۹۳۴ء سے شروع کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر عرضداشتوں کے ذریعہ اقامت خانوں، باورچی خانوں و ڈائننگ ہالوں اور عارضی عمارتوں کی تعمیر کے آغاز کر دینے کی بھی اطلاع دی گئی۔ آرٹس کالج اور دیگر عمارتوں کی تعمیر کے آغاز کی اطلاع ملنے پر آصف سابع نے عثمانیہ یونیورسٹی کے سنگ بنیاد رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ معتمد پیشی نے نیم سرکاری مورخہ ۱۱ / ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۲۴ / جون ۱۹۳۴ء کے ذریعہ معتمد باب حکومت کو اطلاع دی کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے سنگ بنیاد کے بارے میں آصف سابع نے حسب ذیل حکم دیا ہے۔

"عثمانیہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے کے لئے میں نے ۱۹ / ربیع الاول یوم دوشنبہ (شام کے ساڑھے پانچ بجے) مقرر کیا ہے (بعد خریطہ دربار بہ چومحلہ) اس کا انتظام کر لیا جائے"۔

بعد ازاں تاریخ اور وقت میں تبدیلی کے بعد یہ تقریب ۲۲ / ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۵ / جولائی ۱۹۳۴ء روز پنجشنبہ ساڑھے چار بجے مقرر ہوئی۔

عارضی عمارتوں کی تعمیر کا کام ۲۵ / جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۵ / اکٹوبر ۱۹۳۴ء کو مکمل ہوا جسکی اطلاع آصف سابع کو بذریعہ عرضداشت دی گئی۔ عارضی عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں مقام تعمیر کی صفائی اور زمین کی ہمواری کا کام ۶ / جنوری ۱۹۳۴ء سے اور تعمیر کا کام ۷ / مارچ ۱۹۳۴ء سے شروع کیا گیا تھا۔ اس طرح ان عارضی عمارتوں کی تعمیر سات ماہ کے اندر مکمل کر لی گئی۔

ابتداء میں آرٹس کالج کی منظورہ برآورد میں کارنس اور پیراپٹ وال Cornice & Parapet Wall کی تعمیر کے لئے اٹھتیس ہزار چھ سو بیس روپے کی گنجائش رکھی گئی تھی لیکن آرکیٹکٹ کی سفارش پر تجویز ہوئی کہ عمارت کی موزونیت کے لحاظ سے اسے مصفا سنگ سماق سے تعمیر کیا جانا چاہیئے۔ اس سلسلے میں یونیورسٹی بلڈنگ کمیٹی کی سفارش اور باب حکومت کی قرارداد کو ایک عرضداشت میں درج کر کے اسے آصف

سابع کے ملاحظے کے لئے پیش کیا گیا جنھوں نے فرمان مورخہ ۲۱/ محرم ۱۳۵۷ھ م ۲۴/ مارچ ۱۹۳۸ء کے ذریعہ اس کام کے لئے دو لاکھ اٹھاون ہزار دو سو سینتیس روپے منظور کئے ۔ اسی طرح ارنسٹ جاسپر مشیر آرکیٹکٹ نے یہ رائے دی کہ Jack Arch آرٹس کالج کی عمارت کے باب الداخلے کی چھت کے لئے موزوں نہیں ہے ۔ موزونیت کے مد نظر گنبد نما چھت تعمیر کی جانی چاہیئے ۔ اس تجویز کے سلسلے میں یونیورسٹی بلڈنگ کمیٹی اور باب حکومت کی سفارشات جب ایک عرضداشت میں درج کر کے آصف سابع کی خدمت میں پیش کی گئیں تو انھوں نے آرٹس کالج کی گنبد نما چھت کی تعمیر کے لئے سینسٹھ ہزار ایک سو روپے کی منظوری دی ۔

آرٹس کالج کی عمارت کی تعمیر کے لئے ابتداء میں ستائیس لاکھ تیرہ ہزار روپے کی منظوری دی گئی تھی ۔ بعض نئے کام انجام دئے گئے جن کے لئے منظورہ براورد میں گنجائش موجود نہیں تھی اس لئے مزید رقمی منظوریاں دی گئیں ۔ آرٹس کالج کی عمارت کی تعمیر پر جملہ مصارف ۲۹ لاکھ ۹۷ ہزار چھ سو چونتیس روپے ہوئے اور آصف سابع نے یونیورسٹی بلڈنگ کمیٹی اور باب حکومت کی سفارشات پر اپنے فرمان مورخہ ۷/ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ م ۵/ ڈسمبر ۱۹۴۳ء کے ذریعہ زاید مصارف کی منظوری دی ۔

آرٹس کالج کی عمارت کی تعمیر مکمل ہونے پر عرضداشت مورخہ ۶/ شوال ۱۳۵۸ھ م ۱۸/ نومبر ۱۹۳۹ء کے ذریعہ آصف سابع کی خدمت میں یہ اطلاع بہم پہنچائی گئی کہ آرٹس کالج کی تعمیر کا کام جو ۲۶/ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۱۳/ جنوری ۱۹۳۴ء کو شروع ہوا تھا اب پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور آصف سابع سے جامعہ کی اس مرکزی عمارت کا افتتاح کرنے کی درخواست کی گئی ۔ افتتاح کے انتظامات کے سلسلے میں منجملہ سفارشات کے یہ سفارش بھی پیش کی گئی کہ افتتاح کی تقریب ۴/ ڈسمبر ۱۹۳۹ء روز دوشنبہ ۴ بجے دن منعقد کی جائے ۔ ابتداء میں دفتر پیشی سے معتمد باب حکومت کو آصف سابع کا یہ حکم روانہ کیا گیا کہ ۴/ ڈسمبر افتتاح کی تاریخ مناسب ہے مگر افتتاح ساڑھے دس بجے صبح اور ایٹ ہوم چار بجے سہ پہر رکھا جائے تو بہتر ہوگا ۔ چونکہ افتتاح کی تقریب بڑے پیمانہ پر منعقد کی جانے والی تھی اس لئے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک دن میں دو بار بڑے پیمانے پر انتظامات کرنا وقت طلب تھا ۔ خود آصف سابع کو ایک ہی دن میں دو بار ان

تقاریب میں شریک ہونا پڑتا تھا۔اس لئے افتتاح اور ایٹ ہوم کا وقت ۴ / ڈسمبر ۴ بجے سہ پہر مقرر کرنے کی اجازت حاصل کر لی گئی۔

آصف سابع آرٹس کالج کی عمارت کے افتتاح کے موقع پر اڈریسوں کا جو جواب پڑھنے والے تھے اخبارات میں اس کی اشاعت کے بارے میں ان کا حسب ذیل حکم مورخہ ۲۱ / شوال ۱۳۵۸ھ م ۳ / ڈسمبر ۱۹۳۹ء معتمد باب حکومت کے نام وصول ہوا۔

"افتتاح آرٹس کالج کے موقع پر کل جو جواب اڈریس میں پڑھوں گا اس کی نقل کونسل کی اطلاع کی غرض سے منسلک ہے۔ لہذا مناسب ہوگا کہ یوم سہ شنبہ آئندہ یہاں کے لوکل اخبارات میں طبع کرنے کی غرض سے یہ دیدیا جائے اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے (زیر نگرانی مہدی یار جنگ) ٹائمس آف انڈیا کو دیا جائے"۔

آصف سابع نے مقررہ پروگرام کے مطابق ۴ / ڈسمبر ۱۹۳۹ء کو آرٹس کالج کی عمارت کا افتتاح انجام دیا۔اس موقع پر امیر جامعہ اور انجمن اتحاد طلبہ جامعہ عثمانیہ کی جانب سے آصف سابع کی خدمت میں دو سپاس نامے پیش کیے گئے۔ان سپاس ناموں کا جواب دیتے ہوئے آصف سابع نے آرٹس کالج کی عمارت کو ریاست حیدرآباد کی مختلف قوموں کے درمیان صدیوں پرانے باہمی میل جول، باہمی دوستانہ مراسم اور خوشگوار تعلقات کی علامت قرار دیا۔انھوں نے کہا۔

"اس عمارت کی طرز تعمیر بھی اردو زبان کی طرح ہندو اور مسلمان قوموں کے طرز سے مرکب ہے اور اس کے ستونوں اور در و دیوار کے نقش ونگار میں دونوں قوموں کی کاریگری اور ان کے تمدن اور تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے۔اس طرح یہ عمارت بھی علامت ہے اس باہمی میل جول اور باہمی دوستانہ مراسم اور خوشگوار تعلقات کی جو صدیوں سے میری ریاست کی مختلف قوموں میں چلے آتے ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے باشندے ہمیشہ آپس میں شیر و شکر ہو کر رہے ہیں اور ایسے تعلقات کو قائم رکھنا میں اپنا اور اپنی رعیت نوازی کا فرض سمجھتا ہوں"۔

آصف سابع نے اپنے جواب ایڈریس کو ختم کرتے ہوئے دعا کی "خلاق علم و فضل رب العالمین اس جامعہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے اور مدت مدید تک میرا ملک اس کے فیض سے بہرہ اندوز ہوتا رہے ۔"

ماخذ

---

1) Instalment No. 80, List No. 1, Serial No. 471

مقدمہ :۔ تعمیر عمارات جامعہ عثمانیہ

2) Report on the Administration of H.E.H. the Nizam,s Dominions For the Year 1394 F (6th October 1939 A.D. to 6th October 1940 A.D.)

۱۰
ع ۱۲
۷ ف

تعمیرات

نقل

فرمان

کنگ کوٹھی

بملاحظہ:- عرضداشت صیغہ تعمیرات معروضہ ۳ - جمادی الاول ۱۳۳۹ھ جو جامعہ عثمانیہ کی عمارت کی تعمیر کے لئے بمقام اڈیکمیٹ چودہ سو ایکر اراضی دو لاکھ روپیہ مین خرید کرنے کے نسبت ہے -

حکم:- کیا جامعہ عثمانیہ کیلئے ہائی کورٹ وغیرہ کے مانند اندرون شہر کوئی جگہ تجویز نہیں ہو سکتی ؟ اڈیکمیٹ جیسے دور دراز مقام کے بہ نسبت ہائی کورٹ کی عمارت کے قریب سے ہی کوئی عمدہ مقام تجویز ہو تو زیادہ مناسب ہوگا - اسبارہ مین صیغہ متعلقہ جلد کیفیت پیش ہو - (شرحدستخط مبارک اعلیحضرت بندگانعالی مدظلہ العالی)

۱۰ - جمادی الاول ۱۳۳۹ھ - پنجشنبہ

نقل مطابق اصل

شرحدستخط
(امین جنگ بہادر)
صدر المہام پیشی خداوندی

رجسٹرار

۱۰
۱۲
۳۰ دی ۔ تعمیرات

نگ کوٹھی

فرمان

بملاحظہ:۔ عرضداشت صیغہ عثمانیہ یونیورسٹی معروضہ ۲۸ شوال المکرم ۱۳۳۹؁ھ جو جامعہ عثمانیہ کی عمارت کی تعمیر کے لئے اراضی منتخب کرنیکی نسبت ہے۔

حکم:۔ جبکہ جامعہ عثمانیہ کیلئے اڈیک سے بہتر دوسری جگہ دستیاب نہیں ہوسکتی ہے تو مجلس اعلیٰ اور صدر اعظم کی رائے مناسب ہے جسپہ جامعہ عثمانیہ کی عمارات کی تعمیر کیلئے اڈیمٹ میں چودہ سو ایکر اراضی حاصل کیجائے۔ اور حصول اراضی و تصفیہ معاوضہ کیلئے ایک عہدہ دار مقرر کیا جائے۔ اور جامعہ عثمانیہ کی عمارات کیلئے ماہرین کا انتخاب ایک کمیٹی کے ذریعہ سے کیا جائے جسکے صدر نشین صدر اعظم اور ارکان صدر المہام فینانس۔ معتمد تعلیمات و معتمد تعمیرات شاخ عام مقرر ہوں۔ جامعہ عثمانیہ کی عمارات کی تعمیر مشرقی طرز پر ہو اور ہندوستان کے قدیم اسلامی طرز کو ترجیح دیجائے۔ اسکے نقشہ جات پیش کرکے میری منظوری لی جائے۔ (ثبت شد دستخط مبارک اعلیحضرت بندگانعالی مدظلہ العالی)

۱۲ ذیقعدہ الحرام ۱۳۳۹؁ھ۔ دوشنبہ ثبت شد

(امین جنگ بہادر)

صدر المہام پیشی خداوندی

نقل مطابق اصل

رجسٹرار

مولوی عنایت اللہ دہلوی
کی
قدر دانی

آصف جاہی خاندان کے چھٹے حکمران نواب میر محبوب علی خان (۱۸۸۴ء ۔ ۱۹۱۱ء) اور ساتویں و آخری حکمران نواب میر عثمان علی خان (۱۹۱۱ء ۔ ۱۹۴۸ء) کے دور حکمرانی میں حکومت ریاست حیدرآباد کے اہم اور کلیدی عہدوں پر خدمات انجام دینے کے لئے جو اصحاب بیرون ریاست سے طلب کئے گئے تھے وہ بلاشبہ محنتی، لائق اور عمدہ صلاحیتوں کے حامل تھے لیکن ان میں سے چند اپنے فن اور شعبوں میں یکتائے روزگار کی حیثیت رکھتے تھے ۔ مولوی عنایت اللہ دہلوی ان چند شخصیتوں میں سے ایک تھے ۔ وہ اردو کے بے مثل مترجم تھے ۔ انھیں ترجمے کے فن پر غیر معمولی عبور تھا ۔ اس لحاظ سے دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کے عہدہ نظامت کے لئے ان کا انتخاب نہایت موزوں تھا ۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ وہ سارے برصغیر میں اس عہدے اور اعزاز کے لئے دستیاب اہل ترین باکمال اور مسلم الثبوت مترجم تھے ۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ حیدرآباد میں قائم ہونے والا یہ دار الترجمہ سارے برصغیر میں اردو میں اپنی طرز کا پہلا اور منفرد ادارہ تھا ۔

مولوی عنایت اللہ کے والد منشی ذکاء اللہ اپنے دور کے مشہور مترجم، کثیر تصانیف کے مصنف، ماہر ریاضی داں و سائنس داں اور سرسید احمد خان کے قریبی رفقاء میں سے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ جب عنایت اللہ ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڑھ بھیجے گئے تو سرسید نے ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی ۔ عنایت اللہ سرسید ہی کی وجہ سے تصنیف اور ترجمے کی جانب راغب ہوئے ۔ عنایت اللہ کو کم عمری ہی میں ترجمے کی اپنی ابتدائی کوشش پر سرسید احمد خان جیسی شخصیت کی طرف سے اظہار پسندیدگی اور تعریف و تحسین کا اعزاز حاصل ہوا تھا ۔ سرسید نے ایمرسن کے ایک مضمون کا

عنایت اللہ سے ترجمہ کروایا اور اسے اپنے رسالے تہذیب الاخلاق میں شائع کیا۔ اس ترجمے کی اشاعت پر سرسید نے اپنے دوست اور عنایت اللہ کے والد منشی ذکاء اللہ کو اپنے خط میں یہ لکھا "اب کے تہذیب الاخلاق میں عزیزی عنایت اللہ کا ایک مضمون اردو میں ترجمہ کیا ہوا چھپا ہے۔ آپ انصاف سے اسے پڑھیے گا۔ آپ کی تمام عمر ترجمہ کرنے میں گزر گئی۔ کیا آپ بھی ایسا عمدہ ترجمہ کر سکتے ہیں؟ اگر کسی ایسے مطول اور مشکل مضمون کا ایسا ترجمہ کر دو تو جو کچھ کہو آپ کی نذر کروں"۔ سرسید کی فرمائش پر عنایت اللہ نے آرنلڈ کی کتاب پریچنگز آف اسلام کا ترجمہ شروع کیا اور اس کتاب کے ابتدائی چند صفحات کا ترجمہ سرسید کو بھیجا۔ ان صفحات کو پڑھ کر سرسید نے عنایت اللہ کو خط لکھا۔

"تمہارے مرسلہ ترجمہ کو میں نے دو مرتبہ پڑھا۔ دل نہایت خوش ہوا۔ ------- تم نے ایسا کام کیا ہے جس کی نظیر آج تک اردو لٹریچر میں نہیں مل سکتی"۔

مولوی عنایت اللہ کے ترجمے میں بلا کی روانی اور بیسا ختگی پائی جاتی ہے۔ صاف سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کی جو صلاحیت ان میں تھی اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ ان کے ترجمے میں مشکل و غیر مانوس الفاظ اور گنجلک فقرے نہیں ملتے۔ ان کے ترجمے کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔ بعض اہل نظر یہ بھی کہتے ہیں کہ اردو زبان نے ان کے رتبے کا مترجم آج تک پیدا نہیں کیا۔

مولوی عنایت اللہ نے اپنی عمر عزیز کا بڑا حصہ مضامین اور کتابوں کے ترجمے میں گزارا۔ ان کے سوانح نگار شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی نے لکھا ہے کہ ایک بار مولوی عنایت اللہ نے ان سے کہا تھا "انگریزی پڑھنے کا لطف ہی جاتا رہا۔ جب کوئی کتاب ہاتھ میں لیتا ہوں تو بجائے انگریزی الفاظ کے اردو ترجمہ ہی دماغ میں گشت کرنے لگتا ہے"۔ ان کے تراجم میں آرنلڈ کی پریچنگز آف اسلام، لیمب کی چنگیز خان اور تیمور، لین پول کی صلاح الدین اعظم، فلابیر کی سلامبو اور ہیرودیاس، رابن ہارٹ ڈوزی کی اسپینش اسلام اور شکسپیر کے ڈرامے قابل ذکر ہیں۔ وہ اپنے تمام ترجموں میں تائیس کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔

دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کی نظامت کے لئے مولوی عنایت اللہ دہلوی کی خدمات

کے حصول کا پس منظر یہ ہے کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کے اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد اس کے لئے ایک قابل اور ماہر فن شخصیت کی ضرورت تھی۔ مولوی عنایت اللہ کے تقرر میں سر اکبر حیدری معتمد تعلیمات اور راس مسعود ناظم تعلیمات کی ذاتی دلچسپیوں اور کوششوں کو بڑا دخل تھا۔ نظامت کی خدمت پر آنے سے قبل وہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے لئے معاوضہ پر چند کتابوں کا ترجمہ کر چکے تھے۔ ابتداء میں ان کا تقرر چھ ماہ کے لئے ہوا اس کے بعد ان کی مدت ملازمت میں متعدد بار توسیع ہوتی رہی۔ ان کے تقرر اور توسیع ملازمت کی کارروائیوں کا خلاصہ درج ذیل ہے جس میں مولوی عنایت اللہ کے لئے حیدرآباد کے ارباب ذمہ دار کی پرزور سفارشیں اور ان کی عمدہ کارگزاری پر تبصرے شامل ہیں۔ یہ مستند مواد آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ، حیدرآباد کے ریکارڈ سے اخذ کیا گیا ہے جو پہلی بار منظر عام پر آرہا ہے۔

مولوی عبدالحق کو صدر مہتمم مدارس تعلیمات کی خدمت کے علاوہ جس پر وہ پہلے ہی سے مامور تھے دو سو روپے ماہانہ الاونس کے ساتھ دارالترجمہ کی نگرانی تفویض کی گئی تھی۔ مولوی عبدالحق تقریباً دو سال ناظم دارالترجمہ کے عہدے پر مامور رہے۔ نواب میر عثمان علی آصف سابع نے فرمان مورخہ ۲۴ / جولائی ۱۹۱۹ء کے ذریعہ مولوی عبدالحق کو ان کی اصل خدمت صدر مہتمم تعلیمات پر واپس کر دینے اور ناظم دارالترجمہ کی خدمت پر تقرر کی غرض سے کسی لائق شخص کا نام پیش کر کے تقرر کی منظوری حاصل کرنے کے احکام صادر کئے۔ اس فرمان کی تعمیل میں مولوی عبدالحق کو ان کی اصل خدمت پر بھیج دیا گیا تاہم ان کے جانشین کے انتخاب تک اس عہدے پر ڈیڑھ سال تک کسی مستقل عہدہ دار کا تقرر نہ ہوسکا۔ ناظم دارالترجمہ کی خدمت کے لئے سید سجاد حیدر، ڈپٹی کلکٹر سلطان پور اور مولوی عنایت اللہ، سکریٹری محکمہ اپیل ریاست گوالیار کے ناموں پر غور کیا گیا۔ مولوی عنایت اللہ کو اس خدمت کے لئے زیادہ موزوں امیدوار خیال کرتے ہوئے ان کے تقرر کے لئے پرزور سفارش کی گئی۔ معتمد تعلیمات (اکبر حیدری) نے مولوی عنایت اللہ کی سفارش کرتے ہوئے لکھا کہ انھوں نے آرنلڈ کی کتاب پریچنگز آف اسلام اور کپلنگ کی کتاب جنگل بک کا اردو میں ترجمہ کر کے بحیثیت مترجم جو شہرت اور ناموری حاصل کی ہے وہ کسی مسلمان گریجویٹ کو حاصل نہیں ہوئی۔

آخرالذکر کتاب اپنی ادبی خوبیوں کی وجہ سے انگریزی زبان میں ایک بہترین تصنیف تصور کی جاتی ہے ۔ اس کے ترجمے کے مطالعے سے ایک اردوداں کو وہی لطف حاصل ہوتا ہے جو ایک انگریز کو اصل کتاب پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے ۔ مولوی عنایت اللہ، منشی ذکاء اللہ کے فرزند ہیں جنھوں نے بے شمار انگریزی تصانیف کو اردو کا جامہ پہنا کر اردو علم و ادب کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے ۔ اردو کی ادبی روایات کے گہوارے میں تعلیم و تربیت پانے کی وجہ سے مولوی عنایت اللہ کے تراجم میں وہ روانی اور سادگی پیدا ہوئی ہے جو اس وقت جامعہ عثمانیہ کے پیش نظر ہے ۔ مولوی عنایت اللہ کی تعلیم و تربیت سرسید احمد خان کی زیر نگرانی ہوئی ۔ انھوں نے سرسید احمد خان کے زیر ادارت شائع ہونے والے رسالے تہذیب الاخلاق کے سب ایڈیٹر کے فرائض بھی ایک عرصے تک انجام دئے ۔ اکبر حیدری نے مزید لکھا کہ مولوی عنایت اللہ کا تعلق اگرچہ پرونشل سروس ممالک متحدہ آگرہ اودھ سے ہے لیکن فی الوقت ان کی خدمات ریاست گوالیار کو مستعار دی گئی ہیں جہاں وہ محکمہ اپیل کی معتمدی کی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اکبر حیدری نے تقرر اور تنخواہ کے تعین کے سلسلے میں تجویز پیش کی کہ مولوی عنایت اللہ کو طویل مسافت طے کر کے یہاں آنا ہوگا اس لئے ناظم دارالترجمہ کے گریڈ پانچ سو تا ایک ہزار روپے میں ان کی تنخواہ سات سو روپے ماہانہ مقرر کی جائے اور دارالترجمہ کی نظامت پر امتحاناً چھ ماہ کے لئے ان کا تقرر کیا جائے ۔ محکمہ فینانس نے تقرر کی تحریک سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا کہ تعین تنخواہ کا مسئلہ حکومت ممالک متحدہ کی صوابدید پر چھوڑا جاسکتا ہے ۔ اس کارروائی کی تمام تفصیلات اور تجاویز ایک عرضداشت میں درج کر کے نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کی خدمت میں بھیجی گئیں ۔ آصف سابع نے فرمان مورخہ ۴ / جولائی ۱۹۲۰ء کے ذریعہ احکام دئے کہ گورنمنٹ ممالک متحدہ سے مولوی عنایت اللہ کی خدمات چھ ماہ کے لئے حاصل کی جائیں اور ان کی تنخواہ کا تعین حکومت ممالک متحدہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے ۔ ان احکام کی تعمیل میں تنخواہ کے تعین کے لئے حکومت ممالک متحدہ کو لکھا گیا اور اس حکومت نے اس بارے میں یہ تصفیہ کیا کہ امتحانی مدت میں مولوی عنایت اللہ کو اس جائداد کی ابتدائی ماہوار پانچ سو روپے سکہ عثمانیہ دی جائے اور ان کی انتہائی ماہوار ایک ہزار روپے ہوگی ۔ ان کی ملازمت میں توسیع کی ضرورت ہو تو ان کو اضافہ تدریجی دیا جاسکتا ہے ۔ تنخواہ کے تعین کا مسئلہ طے ہوجانے پر مولوی عنایت اللہ نے ناظم دارالترجمہ کی خدمات کا جائزہ ۲۲ / جنوری ۱۹۲۱ء کو

حاصل کیا ۔ مولوی عنایت اللہ کا تقرر چھ ماہ کے لئے ہوا تھا اس لئے جب ان کی چھ ماہ کی مدت ملازمت قریب الختم تھی اس مسئلہ پر مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کے اجلاس میں جس میں سر علی امام ، صدر اعظم بھی موجود تھے غور کیا گیا ۔ مولوی عنایت اللہ کی خدمات دار الترجمہ میں نہایت قابل اطمینان ثابت ہوئی تھیں اور ان کے زمانے میں دار الترجمہ کا کام بہت عمدگی سے جاری تھا اس لئے یہ تجویز پیش ہوئی کہ ان کی ملازمت میں دو سال کی توسیع اور تنخواہ میں ڈھائی سو روپے اضافہ کے لئے سفارش کی جائے ۔ سر علی امام ، صدر اعظم نے مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کی تجویز ایک عرضداشت کے ذریعہ آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کی جس پر آصف سابع نے بذریعہ فرمان مورخہ ۸ / سپتمبر ۱۹۲۱ء حکم دیا کہ مولوی عنایت اللہ کی مدت ملازمت میں دو سال کی توسیع کے لئے حکومت ممالک متحدہ کو لکھا جائے اور یہ بھی لکھا جائے کہ انھیں اس مدت میں ساڑھے سات سو روپے ماہوار دینے کی اجازت دی جائے ۔ اس فرمان کی تعمیل میں حکومت ممالک متحدہ کو لکھا گیا اور اس حکومت نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا ۔ مولوی عنایت اللہ توسیع شدہ دوسالہ مدت میں برسرکار رہے اور انھوں نے اپنا کام اس قدر عمدگی سے انجام دیا کہ جب توسیع شدہ مدت ختم ہونے کے قریب تھی مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۶ / فبروری ۱۹۲۳ء میں مولوی عنایت اللہ کو دار الترجمہ کی برقراری تک نظامت کی خدمت پر برقرار رکھنے کے لئے یہ قرار داد منظور کی ۔ " مولوی عنایت اللہ ناظم دار الترجمہ نے اپنی دوسالہ کارگزاری میں اس قدر محنت و دلچسپی سے کام کیا ہے کہ ان کے تقرر سے پہلے کے ساڑھے تین سالہ کام سے انکا کام نسبتاً بہت زیادہ اور ہر طرح قابل اطمینان رہا ہے ۔ کام میں نہ صرف بلحاظ تعداد و خوبی کے اضافہ ہوا ہے بلکہ سرکاری اخراجات میں بھی کفایت کا پہلو موجود ہے ۔ لہذا مجلس کی یہ رائے ہے کہ ان سے بہتر کوئی اور شخص اس کام کے لئے موزوں نہیں اس لئے انکی خدمات تا قیام (برقراری) دار الترجمہ قائم رکھی جائیں " ۔ مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کی اس قرار داد پر آصف سابع نے فرمان مورخہ ۲ / اپریل ۱۹۲۳ء کے ذریعہ مولوی عنایت اللہ کی ملازمت میں مزید دو سال کی توسیع منظور کی ۔ اس دوسالہ منظورہ مدت کے ختم ہونے پر مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۵ / مارچ ۱۹۲۵ء میں قرار داد منظوری کی کہ ناظم موصوف کی مدت ملازمت میں موجودہ ماہوار سات سو پچاس روپے پر مزید دو سال کی توسیع کے لئے سفارش کی جائے کیونکہ ان کا کام نہایت اطمینان بخش رہا ہے علاوہ ازیں

وہ ۱۹۲۵ء کی ابتداء سے انگریزی حکومت کی ملازمت سے سبکدوش ہو رہے ہیں لہذا یہاں سے کنٹری بیوشن (Contribution) ادا کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی ۔ یہ تفصیلات ایک عرضداشت میں درج کرکے اسے آصف سابع کے احکام کے لئے روانہ کیا گیا ۔ اس پر آصف سابع نے مزید دو سال کی توسیع کے لئے فرمان مورخہ ۱۶ / اپریل ۱۹۲۵ء صادر کیا مگر اس فرمان میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی کہ اس کے بعد توسیع ممکن نہ ہوگی اور ان کی جگہ کسی ملکی کا تقرر کرنا ہوگا ۔ مولوی عنایت اللہ کا کوئی موزوں جانشین دستیاب نہیں تھا اس کے علاوہ ارباب ذمہ دار مولوی صاحب کی خدمت سے مزید استفادہ کرنا چاہتے تھے اسی لئے مولوی عنایت اللہ کی مدت ملازمت میں توسیع کے لئے پر زور سفارشیں ہوتی رہیں مولوی عنایت اللہ کی مدت ملازمت میں مزید توسیع نہ دئے جانے کے واضح احکام کے باوجود ان کی مدت ملازمت میں کبھی ایک سال اور کبھی دو سال کی توسیع کے لئے فرامین جاری ہوتے رہے ۔ فرمان مورخہ ۷ / مئی ۱۹۳۲ء کے ذریعہ انھیں کام جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی جس کی تعمیل میں وہ سبکدوش ہونے تک اپنی خدمات انجام دیتے رہے ۔ بالاخران کی جگہ الیاس برنی کا تقرر عمل میں آیا اور جب وہ ۳۰ / جنوری ۱۹۳۵ء کو دارالترجمہ کی نظامت کی خدمت پر رجوع ہوئے تب ہی مولوی عنایت اللہ کی سبکدوشی عمل میں آئی ۔

جس وقت مولوی عنایت اللہ نے دارالترجمہ کی نظامت کا جائزہ لیا تھا اس وقت ان کی عمر ۵۱ سال سے اوپر تھی ۔ وہ اس خدمت پر ۱۴ برس فائز رہے ۔ اس طرح جب وہ سبکدوش ہوئے ان کی عمر ۶۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی ۔ وہ انگریزی حکومت کی اپنی اصل ملازمت سے ۵۵ سال کی عمر کی تکمیل پر ۱۹۲۵ء میں سبکدوش ہو چکے تھے لیکن وہ یہاں مزید دس برس تک برسرکار رہے ۔ ملازمت کے آخری دور میں انھیں ناظم دارالترجمہ کے گریڈ کی انتہائی یافت ایک ہزار روپے ماہوار مل رہی تھی ۔ ایک اندازے کے مطابق ان کے دور نظامت میں دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ میں تقریباً تین سو کتابوں کا ترجمہ ہوا ۔

جناب عابد حسین اپنے مضمون (" عنایت اللہ دہلوی حیدرآباد میں " مطبوعہ ماہنامہ سب رس حیدرآباد ، جون و جولائی ۱۹۷۴ء) میں جامعہ عثمانیہ کے پروفیسر ہارون خان شروانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولوی عنایت اللہ جب ۱۹۲۱ء میں حیدرآباد آئے اس وقت ان کی رہائش کا کوئی مستقل انتظام نہیں ہوا تھا لہذا وہ ترپ بازار کی ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہوئے ۔ بعد میں وہ شروانی صاحب کی پیش کش پر ان کے مکان واقع

گن فاونڈری میں منتقل ہوئے ۔ اس مکان میں ہارون خان شروانی کے علاوہ خلیفہ عبدالحکیم ، صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ بھی رہتے تھے ۔ یہ تینوں اصحاب تقریباً سال بھر اس مکان میں رہے ۔ اُن دنوں یہ تینوں مجرد تھے ۔ ہارون خان شروانی اور خلیفہ عبدالحکیم شادی ہونے پر اس مکان سے منتقل ہوگئے مگر مولوی عنایت اللہ کئی سال وہیں سکونت پذیر رہے ۔ اُن دنوں اس مکان میں ہر شام مغرب کے بعد محفل جمتی تھی جس میں ان تین اصحاب کے علاوہ مولوی وحید الدین سلیم ، بے نظیر شاہ وارثی ، حیدر نظم طباطبائی وغیرہ شامل ہوتے ۔ اس محفل میں علمی و ادبی مباحث ہوتے ۔ مولوی عنایت اللہ فطرتاً تنہائی پسند تھے اور انھوں نے حیدرآباد کے قیام کے دوران اپنے حلقہ احباب کو وسیع کرنے کی کوشش نہیں کی ۔

مولوی عنایت اللہ نے ناظم دارالترجمہ کے عہدے سے مستعفی ہوکر ڈیرہ دون جاکر سکونت اختیار کی اور تادم آخر ترجمے اور تصفیف کے کام میں مصروف رہے ۔ ان کے ترجموں اور تالیفات کی تعداد ساٹھ کے لگ بھگ ہے ۔ ان کا ۲۲ / اکتوبر ۱۹۴۳ء کو ۷۴ برس کی عمر میں انتقال ہوا ۔

ماخذ

1- Instalment No.80. List No. 4. Serial No.662

مقدمہ :۔ تقررات دارالترجمہ

2- Instalment No. 82. List No. 2. Serial No. 218

مقدمہ :۔ درخواست مترجمین دارالترجمہ نسبت انتظام عہدہ نظامت دارالترجمہ

کنگ کوٹھی

۱۹۲۰
۲۹

فرمان

بملاحظہ :- عرضداشت صدر اعظم معروضہ ۲۔ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ جو ناظم دارالترجمہ کی جائیداد کے انتظام کے نسبت ہے۔

حکم :- صدر اعظم اور صدر المہام تعلیمات کی رائے کے مطابق جائیداد مذکور کے لئے گورنمنٹ ممالک متحدہ سے مولوی عنایت اللہ صاحب کے خدمات سردست امتحاناً چھ ماہ کے واسطے حاصل کئے جائین ۔ اور اونکے تنخواہ کا تعین گورنمنٹ ممالک متحدہ کے صوابدید پر چھوڑ دیا جائے

۱۷۔ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ یکشنبہ

نمبر (یمنی)
۲۹/۷/۳۶ ق

فرمان

۱۳۴۷ھ

عبد ملاحظہ: - عرضداشت صیغہ تعلیمات مورخہ ۲۸ - ربیع الاول شریف جو ناظم دارالترجمہ مولوی محمد عنایت اللہ کی ملازمت کی توسیع کی نسبت ہے۔

حکم: - صدر اعظم کی رائے مناسب ہے جس پر محمد عنایت اللہ کی مدت ملازمت میں تا قیام دارالترجمہ (سنہ ۱۳۳۹ فصلی کے اختتام تک) توسیع کی جائے۔ شرف تحفظ مبارک

۱۶ - ربیع الثانی شریف ۱۳۴۷ھ شرف تحفظ (امین جنگ) مبارک

صدر المہام پیشی نوازوندی

نقل مطابق اصل

فارسی لغت فرہنگ نظام

لغت (ڈکشنری) کو زبان کے سرمایہ الفاظ کے ترتیب وار اندراج کے لئے جو اہمیت حاصل ہے اس سے ہر کوئی واقف ہے ۔ کسی بھی زبان کے علمی و تحقیقی کاموں میں اس سے زیادہ مشکل ، ادق اور جگر سوزی کا کام کوئی اور نہیں ہو سکتا ۔ جب تک اس کام کی ہر طرح سرپرستی نہ ہو یہ کام کسی کے بس کی بات نہیں ۔ سابق ریاست حیدرآباد کے علمی کارناموں میں اردو لغت اور فارسی لغت مرتب کرنے کے علمی و تحقیقی پراجکٹوں کی سرپرستی یہ ظاہر کرتی ہے کہ حیدرآباد علمی اور تحقیقی کام کرنے والوں کا کس درجہ قدرداں رہا ہے ۔ اس سرپرستی کے نتیجے میں فارسی اور اردو کے سرمائے میں جو اضافہ ہوا ہے اسے بھی ان زبانوں کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا ۔ فارسی لغت فرہنگ نظام کی ترتیب و تالیف کا کام بڑا صبر آزما تھا ۔ اس لغت کے مرتب کو ضروری مواد اکٹھا کرنے کے لئے تین برس ایران میں رہنا پڑا اور پھر تلاش ، تحقیق اور تالیف کے کام کے سلسلے کو برسوں جاری رکھنا پڑا ۔ تنہا ایک شخصیت کا اس پراجکٹ کو ۲۰ سال کی مدت میں مکمل کرنا واقعی علم و تحقیق کی سنگلاخ زمین کی آبیاری کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا ۔

پروفیسر آقا سید محمد علی کو سالم تنخواہ اور پرسنل الونس کے ساتھ دو سال کی رخصت پر فارسی لغت کی تیاری کے لئے ایران بھیجا گیا ۔ دو سال کی منظورہ رخصت ختم ہونے پر اس کام کے لئے مزید ایک سال کی رخصت منظور کیگئی ۔ لغت کی تدوین میں مدد دینے کے لئے ایک مددگار اور محرر کا تقرر کیا گیا ۔ اس کے علاوہ ایک چپراسی اور صادر کے لئے بھی منظوری دی گئی ۔ ایک عرصہ بعد آقا محمد علی نے انھیں نظام کالج کے کام سے مستثنیٰ کرنیکی درخواست کی تاکہ وہ تمام وقت لغت کی تیاری میں صرف

کر سکیں۔ اس درخواست پر انھیں نظام کالج سے سبکدوش کرتے ہوئے ملازمت کے باقی دو سال کی بجائے چار سال میں لغت کے کام کو مکمل کرنے کی اجازت دی گئی۔ جب یہ کام منظورہ چار سال کی مدت میں بھی مکمل نہ ہوسکا تو تکمیل لغت کے لئے مزید تین سال کی توسیع کامل تنخواہ کے ساتھ منظور کی گئی۔ تقریباً بیس سال میں آقا محمد علی نے لغت کی تدوین مکمل کی جسے حکومت حیدرآباد نے فرہنگ نظام کے نام سے شائع کیا۔

اس لغت کی ترتیب و تالیف کے لئے حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے جو سرپرستی کی گئی تھی اور جو سہولتیں فراہم کی گئی تھیں اس بارے میں ساری تفصیلات آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ذخائر میں موجود ایک مسل میں محفوظ ہیں۔ فرہنگ نظام کی تدوین و اشاعت کے سلسلے میں کی گئی سرکاری کارروائی کا سلسلہ وار خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

نظام کالج کے ایرانی نژاد پروفیسر آقا سید محمد علی نے حکومت ریاست حیدرآباد کے نام ایک درخواست میں لکھا کہ ہندوستان میں کوئی فارسی لغت مکمل نہیں ہے اور اکثر فارسی زبان کے الفاظ اور محاورات غلط اور بے محل استعمال ہوتے ہیں۔ آصف سابع کے ایک فرمان کی تعمیل میں ایک محکمہ "درستگی تالیف و تصنیف" قائم ہونے والا ہے جہاں علماء کو کتابوں کی زبان کی اصلاح کے لئے ایک مکمل فارسی لغت کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے اگر حکومت انھیں دو برس کی رخصت پوری تنخواہ کے ساتھ مع سفرخرچ منظور کرے تو وہ ایران جاکر یہ خدمت انجام دے سکیں گے۔ اس درخواست پر آقا محمد علی کو ایران جاکر فارسی لغت تالیف کرنے کے لئے ۲۳/ اکتوبر ۱۹۲۰ء سے دو سال کی رخصت سالم تنخواہ تین سو روپے اور پرسنل الاونس دو سو روپے جملہ پانچ سو روپے کے ساتھ منظور کی گئی۔ اسکے علاوہ انھیں سفرخرچ بھی دیا گیا۔ رخصت منظور ہونے پر آقا محمد علی ایران روانہ ہوئے جہاں وہ فارسی لغت کی تالیف کے کام میں مصروف رہے۔ دو سال کی رخصت ختم ہونے پر انھوں نے درخواست کی کہ انھیں مزید ایک سال کی رخصت منظور کی جائے تاکہ ان کے اس مشن کے سلسلے میں درکار مواد کی فراہمی میں سہولت ہو۔

ان کی اس درخواست پر نظام کالج کے بورڈ آف گورنرس، محکمہ فینانس اور

منصرم صدر اعظم نے اپنی اپنی جو رائے دی تھی اس کے مطابق آصف سابع نے فرمان مورخہ ۷/ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ م ۲۵/ جنوری ۱۹۲۲ء کے ذریعہ آقا محمد علی کو نصف ماہوار پر ایک سال کی توسیع اس شرط سے منظور کی کہ آئندہ ان کو مزید رخصت نہیں دی جائے گی اور انھیں اس مدت کے اندر کام مکمل کر کے واپس آجانا چاہیئے۔ آقا محمد علی نے نصف ماہوار پر ایک سال کی رخصت سے استفادہ کرنے کے بعد مزید ایک سال کی رخصت سالم تنخواہ کے ساتھ منظور کرنے کی درخواست کی جس پر فرمان مورخہ ۶/ ڈسمبر ۱۹۲۳ء کے ذریعہ انھیں ۱۴/ مارچ ۱۹۲۴ء تک بلایافت رخصت منظور کی گئی۔ اس فرمان میں یہ ھدایت بھی دی گئی کہ اگر وہ اس رخصت کے اختتام پر اپنی خدمت پر رجوع نہ ہوں گے تو ان کی جو جگہ خالی ہے اسپر کسی دوسرے شخص کا تقرر عمل میں آئے گا۔ ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے سرکاری کام میں ہرج واقع ہورہا ہے۔ آقا محمد علی کو اس فرمان کی اطلاع دی گئی اور انھوں نے منظورہ رخصت کے ختم ہونے سے قبل ۱۴/ جنوری ۱۹۲۴ء کو اپنی خدمت کا جائیزہ حاصل کر لیا۔

آقا محمد علی نے ابتداء میں ایران سے اپنے لغت کے دیپاچہ کا ایک حصہ اور حرف الف سے متعلق لغت کا پہلا حصہ بھیجا تھا بعد میں ایران سے واپسی پر لغت کی دو جلدیں رائے اور تبصرے کے لئے داخل کیں۔ ان پر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے یہ رائے ظاہر کی کہ ان میں غیر زبانوں کے الفاظ کی اصلیت کا بہت کم پتہ چلتا ہے۔ الفاظ کے جو معنی درج کئے گئے ہیں ان میں کہیں کہیں آشفتہ بیانی پائی جاتی ہے۔ مرتب نے اپنے لغت میں وہ تمام الفاظ بھی داخل کر لئے ہیں جو مروجہ لغات میں موجود ہیں۔ اس تکرار سے کتاب کا حجم بہت بڑھ جائے گا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ صرف وہ الفاظ یا معانی بیان کئے جاتے جو اس زمانے میں فارسی زبان میں رائج ہوئے ہیں تاکہ یہ لغت تکمیلہ کا کام انجام دے۔ بحالت موجودہ یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ نئی زبان کے لفظ کونسے ہیں اور قدیم کے کونسے اور کس لفظ کے کونسے معنی جدید ہیں اور کون سے قدیم۔ غلام یزدانی ناظم آثار قدیمہ نے یہ رائے تحریر کی کہ مولف نے ایک ایسے کام کا بیڑہ اٹھایا ہے جو اس زمانے میں فرد واحد کے بساط سے باہر سمجھا جاتا ہے۔ لغت کی تدوین علمی دنیا میں متعدد علماء کی متفقہ کوششوں سے عمل میں آرہی ہے۔ مروجہ فارسی کا ایک مستند اور جامع لغت تالیف

کرنے کی ضرورت مسلمہ ہے کیونکہ گذشتہ دو سو برسوں میں فارسی زبان میں بہت کچھ تغیر ہوگیا ہے ۔ بہت سے نئے ادبی الفاظ آگئے ہیں نئی اصطلاحات اور محاوروں کا اضافہ ہوا ہے ۔ تلفظ اور لب و لہجہ میں فرق آگیا ہے ۔ بہت سے قدیم عربی ، شامی ، مصری الفاظ متروک ہوگئے ہیں ۔ اس لئے یہی بات مناسب رہیگی کہ آقا محمد علی ایک ایسا لغت تیار کردیں جس میں وہ تمام الفاظ ، اصطلاحات اور محاورات آجائیں جو مروجہ فارسی میں استعمال ہوتے ہیں اور جو قدیم لغات میں یا تو شامل نہیں ہیں یا ان کے معنی و مفہوم بدل گئے ہیں ۔ یہ خدمت بھی اہل علم کے لئے کچھ کم نہ ہوگی اور اگر یہ کام خوش اسلوبی سے انجام پاگیا تو آقا محمد علی کا نام فارسی زبان کے محققین بھی ہمیشہ عزت و احترام سے لینگے ۔ صدر الصدور نے غلام یزدانی کی رائے سے اتفاق کیا ۔ صدر المہام فینانس نے اوپر بیان کردہ آرا سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا کہ ڈاکٹر جانسن نے انگریزی کی پہلی ڈکشنری خود تنہا تالیف کی تھی وہ مثال ہمارے لئے کافی ہے ۔ فارسی لغت کا یہ کام پروفیسر آقا محمد علی جیسے زبردست عالم سے لیا جائے ۔ ان کی یہ تالیف دوسروں کے لئے بنیاد کا کام دیگی ۔ اس کام کے لئے ابتداء میں انھیں سرکاری مصارف پر ایران بھیجا گیا تھا اور اس کام کو آخری منزل تک پہنچانے کے لئے انکی خدمات سے استفادہ کرنا چاہیئے ۔ آقا محمد علی نے لغت کی تکمیل کے سلسلے میں اپنی جانب سے چند تجاویز پیش کی تھیں جن کے بارے میں صدر المہام فینانس نے ان سے گفتگو کرنے کے بعد اپنی تجاویز پیش کیں اور لکھا کہ ان تجاویز سے آقا محمد علی کو اتفاق ہے صدر المہام تعلیمات اور صدر اعظم نے ان تجاویز سے اتفاق کیا ۔ آصف سابع نے ان تجاویز کو منظوری دیتے ہوئے حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۶/ اگست ۱۹۲۸ء صادر کیا ۔

" لغت مذکور کی تکمیل آغا محمد علی سے ہی کرائی جائے چونکہ آغا صاحب کو اپنے فرائض کے علاوہ یہ کام انجام دینا ہوگا لہذا انکے کالج کے کام میں اور لغت کے کام میں مدد دینے کے لئے انکو ایک مددگار مواجبی ۲۵۰ روپے ماہانہ اور ایک محرر ۴۰ روپے ماہانہ پانچ یا چھ سال کے لئے دئے جائیں ۔ اس مدت میں انکو یہ کام ختم کردینا چاہیے ۔ اگر اس ضمن میں آغا صاحب ایران جانا چاہیں تو کالج کے موسمی تعطیلات کے زمانہ میں

اپنے ذاتی مصارف سے جا سکتے ہیں ۔اس بارے میں سرکار ان سے قبل ازیں بہت رعایت کر چکی ہے ۔آغا صاحب کو ہر جلد کی طباعت پر دو سو نسخے اور جملہ کام کی تکمیل پر پانچ ہزار روپے انعام دیا جائے مگر فارسی زبان کے الفاظ پہلوی وغیرہ کی تلاش وغیرہ کے لئے ان کو دوسرا مددگار مواجبی ۲۵۰ روپے دینے کی ضرورت نہیں ہے ۔وہ اس کام کو ان زبان کے تلامیذ کو فی جلد پانچ سو انعام یا جملہ تین ہزار انعام دیکر انجام دے سکتے ہیں "۔

لغت کی تدوین کے سلسلے میں یہ سہولتیں مہیا کرنے کے علاوہ آقا محمد علی کی استدعا پر ایک چپراسی مواجبی بارہ روپئے ماہانہ اور صادر کے لئے دس روپئے ماہانہ کی منظوری بھی دی گئی ۔

آقا محمد علی نے ان سہولتوں سے تقریباً چار سال تک استفادہ کیا ۔جب انکی عمر ۵۳ سال تھی اور وظیفے پر علاحدگی کے لئے صرف دو سال باقی رہ گئے تھے تو انھوں نے درخواست پیش کی کہ فارسی لغت کی تکمیل کے لئے انھیں نظام کالج کی تدریسی ذمہ داری سے مستثنیٰ کیا جائے ۔ان کی اس درخواست پر باب حکومت نے یہ تصفیہ کیا کہ آقا محمد علی کو چار سال تک مستحقہ تنخواہ پر فارسی لغت کی تکمیل کا کام کرنے کی اجازت ان شرائط پر دی جا سکتی ہے (۱) نظام کالج کے کام سے وہ سبکدوش کیے جائیں اور نظام کالج میں انکی جگہ مستقل انتظام کیا جا سکتا ہے ۔(۲) اگر چار سال کے اندر اس کام کو آقا محمد علی ختم نہ کر سکیں تو وہ پنشن پر علاحدہ ہو جائیں گے اور پنشن لینے کے بعد وہ اس کام کو مزید صلے کے بغیر انجام کو پہنچائینگے ۔(۳) ششماہی کام کی رپورٹ وہ صیغہ تعلیمات میں داخل کرتے رہیں گے ۔(۴) اگر ششماہی رپورٹ کی بناء پر حکومت کی یہ رائے ہو کہ کام میں کافی ترقی نہیں ہوئی اور رفتار قابل اطمینان نہیں تو حکومت انھیں چار سال کے اندر ہی وظیفے پر علاحدہ کرنے کی مجاز ہوگی اور وہ بعد علاحدگی سابقہ کام کی تکمیل کرینگے (۵) کام کے ختم پر وہ اس معاوضے کے مستحق ہوں گے جس کے لئے فرمان مورخہ ۱۶/ اگست ۱۹۲۸ء میں صراحت ہے ۔

آصف سابع نے کونسل کی رائے سے اتفاق کیا اور فرمان مورخہ ۷/ مئی ۱۹۳۲ء

کے ذریعہ ہدایت دی کہ چار سال تک مستحقہ تنخواہ دیتے ہوئے آقا محمد علی سے شرائط مجوزہ کیساتھ فارسی لغت کی تکمیل کرائی جائے ۔ اس فرمان کی تعمیل میں محکمہ فینانس کی جانب سے احکام جاری ہوئے ۔ آقا محمد علی چار سال تک کام کرتے رہے مگر تکمیل کو نہ پہنچاسکے ۔ منظورہ مدت کے اختتام پر انھوں نے ایک درخواست پیش کرتے ہوئے استدعا کی کہ انھیں اس لغت کے باقی کام سے معاف رکھا جائے اور نظام کالج کا مستحق وظیفہ جاری کیا جائے ۔ اگر حکومت چاہتی ہے کہ وہی اس کام کو مکمل کریں تو انھیں ایک لاکھ روپیوں کا نقصان دیا جائے اور انتہائی گریڈ کا سالم وظیفہ جاری کیا جائے ۔ اس کام میں انکی عمر عزیز کا ایک حصہ صرف ہوگیا اور قریب ایک لاکھ روپے کا نقصان بھی ہوا ۔ ان کی اس تالیف کی وجہ سے ان کی آمدنی کے ذرائع بند ہوگئے ۔ اس مدت میں کبھی وہ اپنی شخصی اور خانگی زندگی کی طرف توجہ نہیں کرسکے جس کے باعث ان کا بے دریغ پیسہ خرچ ہوگیا ۔ ناظم تعلیمات نے آقا محمد علی کے مطالبے کو واجبی قرار دیتے ہوئے لکھا کہ انھوں نے لغت کی تالیف میں ایک طویل مدت تک بغیر کسی معاوضے کے نظام کالج ہی کی تنخواہ پر دن رات کام کیا اور ایسا لغت مرتب کیا جو آصف سابع کے شایان شان ہے ۔ وزارت معارف ایران نے اس لغت کو لغت نویسی کے موضوع پر بہترین قرار دیتے ہوئے شان علمی درجہ اول عطا کیا ہے ۔ یہ نشان طلائی ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو بہترین علمی کام انجام دیتے ہیں ۔ اس لغت کی تالیف پر شاہ ایران نے انھیں توصیفی خط تحریر کیا ہے ۔ معتمد تعلیمات نے رائے دی کہ آقا محمد علی کے منظورہ اقرار نامے میں اگر کوئی رعایت ہوسکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ کام کے ختم ہونے کے بعد انھیں بیس ہزار روپے بطور انعام دئے جائیں ۔ صدر المہام فینانس نے مولف لغت کے مطالبے کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا کہ آقا محمد علی کی رضامندی سے جو شرائط طئے کی گئی تھیں وہ بجائے خود فیاضانہ تھیں اور بظاہر ان میں تبدیلی کی وجہ نہیں پائی جاتی ۔ صدر المہام تعلیمات نے اس مسئلہ کے متعلق مشورہ دینے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرنے کی تجویز پیش کی جس سے باب حکومت نے اتفاق کیا ۔ اس کمیٹی نے اس مسئلے پر بحث ومباحثے کے بعد اتفاق رائے سے طئے کیا کہ فارسی لغت کے ترتیب کے کام کو تکمیل تک پہنچایا جائے ۔ ایسے کام کا جو حکومت کی سرپرستی میں ہوا ہے نامکمل رہنا نامناسب ہے ۔

مولف کی خواہش کے مطابق جسکا اظہار انھوں نے کمیٹی کے روبرو کیا ہے بقیہ کام کی تکمیل کے لئے تین سال کی مزید مہلت دی جائے ۔ اس کے بعد مزید مہلت نہیں دی جانی چاہیے ۔ اس سہ سالہ مدت تک ان کو وہی مالی مراعات عطا کی جائیں جن سے وہ اب تک استفادہ کرتے رہے ہیں یعنی ان کی سالم ماہانہ تنخواہ کام کے صلے کے طور پر جاری رہے ۔ صدر المہام تعلیمات اور باب حکومت نے علاحدہ علاحدہ اپنی آرا تحریر کرتے ہوئے کمیٹی کی سفارشات سے اتفاق کیا ۔ آصف سابع نے باب حکومت کی رائے کے مطابق فرمان مورخہ ۱۹/ مارچ ۱۹۳۷ء کے ذریعہ ھدایت کی کہ آقا محمد علی کو لغت کی تدوین کا کام مکمل کرنے کے لئے تین سال تک کامل تنخواہ ایصال کی جائے اور اسکے بعد انھیں مستحقہ وظیفے پر علاحدہ کیا جائے ۔

لغت کے مکمل ہونے پر آقا محمد علی نے ایک درخواست پیش کی جس میں انھوں نے لکھا کہ وہ لغت کی تالیف پانچ جلدوں میں ختم کر چکے ہیں اور اب لغت سے متعلق کوئی کام ان کے ذمے تکمیل طلب نہیں ہے ۔ انھوں نے استدعا کی کہ حسب منظوری پانچ ہزار روپے لغت کی تالیف کے سلسلے میں اور تین ہزار روپے سنسکرت، پہلوی اور ژند الفاظ کی تلاش کی بابت اجراء کئے جائیں ۔ ان الفاظ کی تلاش کے کام کے لئے پانچ سو روپے فی جلد منظور کئے گئے تھے اور آقا محمد علی نے اپنا لغت پانچ جلدوں میں مکمل کیا تھا اس لئے محکمہ فینانس نے اس کام کے لئے ڈھائی ہزار روپے اور لغت کی تالیف کے صلے میں پانچ ہزار روپے ادا کرنے کی سفارش کی اور باب حکومت نے اس بارے میں قرارداد منظور کی ۔ آصف سابع نے باب حکومت کی قرارداد پر فرمان مورخہ ۵ / اگسٹ ۱۹۴۱ء کے ذریعہ آقا محمد علی کو ساڑھے سات ہزار روپے ایصال کرنے کے احکام جاری کئے ۔ اس کے علاوہ آقا محمد علی کو لغت کی ہر جلد کے دو، دو سو نسخے بھی دئے گئے ۔

آقا محمد علی کا مرتب کردہ فارسی لغت حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے فرہنگ نظام کے نام سے ۵ جلدوں میں شائع کیا گیا اور پانچ جلدوں پر مشتمل اس لغت کے مکمل سٹ کی قیمت چھبیس روپے مقرر کی گئی ۔

ماخذ

Instalment No. 81. List No. 2. Serial No. 198

مقدمہ :۔ درخواست آقا محمد علی صاحب پروفیسر فارسی نظام کالج برائے عطائے رخصت نسبت تکمیل لغت فارسی بمقام ایران

فرمان
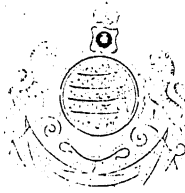
بملاحظہ :۔ عرضداشت صیغۂ تعلیمات معروضہ ۱۴ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۷ھ جو نظام کالج کے پروفیسر آغا محمد علی سے فارسی لغت کی تکمیل کرانے کی نسبت ہے۔

حکم :۔ لغت مذکور کی تکمیل آغا محمد علی سے ہی کرائی جائے۔ چونکہ آغا صاحب کو اپنے فرائض کے علاوہ یہ کام انجام دینا ہوگا لہذا اونکے کالج کے کام میں اور لغت کے کام میں مدد دینے کیلئے اونکو ایک مددگار مواجبی (ماہانہ ۲۵۰) ماہانہ اور ایک محرر مواجبی ([illegible]) ماہانہ پانچ یا چھ سال کیلئے دئے جائیں۔ اس مدت میں اونکو یہ کام ختم کردینا چاہئیے اور اگر اس ضمن میں آغا صاحب ایران جانا چاہیں تو کالج کے موسمی تعطیلات کے زمانہ میں اپنے ذاتی مصارف سے جاسکتے ہیں۔ اسبارہ میں سرکار نے ان سے قبل ازیں بہت رعایت کرچکی ہے۔ آغا صاحب کو ہر جلد کی طبع پر دو سو نسخے اور جملہ کام کی تکمیل پر ([illegible]) انعام دیا جائے۔ مگر فارسی زبان کے الفاظ پہلوی وغیرہ کی تلاش وغیرہ کیلئے اونکو دوسرا مددگار مواجبی ([illegible]) دینے کی ضرورت نہیں ہے وہ اس کام کو اون زبان کے تلامیذ کو فی جلد ([illegible]) انعام یا جملہ ([illegible]) انعام دیکر انجام دیسکتے ہیں۔

۲۹۔ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۷ھ

مارماڈیوک پکتھال
اور
ترجمۂ قرآن مجید

قرآن مجید کے شہرہ آفاق مترجم ، کئی معیاری علمی ، ادبی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف اور مشہور صحافی مارماڈیوک پکتھال ۱۸۷۵ء میں انگلستان میں پیدا ہوئے ۔ انھوں نے انگلستان اور یورپ کے ممالک کی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کی ۔ پکتھال نے مصر، ترکی ، بیروت ، شام اور بیت المقدس کی سیاحت کی جہاں کافی عرصے تک ان کا قیام رہا ۔ ان ملکوں کی سیاحت اور قیام کے دوران پکتھال نے عربی زبان کی تحصیل مکمل کی اور اسلام کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کیا ۔ انھوں نے اپنے گہرے اور وسیع مطالعے کی بنیاد پر ۱۹۱۴ء میں اسلام قبول کیا ۔

محمد مارماڈیوک پکتھال ۱۹۲۰ء میں بمبئی آئے ۔ مشہور اخبار بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور ۱۹۲۴ء تک یہ ذمہ داری نبھاتے رہے ۔ چادر گھاٹ ہائی اسکول کے پرنسپال کی خدمت کے لئے سابق ریاست حیدرآباد کی حکومت کی نظر انتخاب پکتھال پر پڑی ۔ اس وقت ان کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ تھی لیکن ان کی غیر معمولی قابلیت اور اعلی صلاحیتوں کے پیش نظر اس رکاوٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے انھیں اس خدمت کے منظورہ گریڈ کی انتہائی یافت ایک ہزار روپے کلدار ماہوار کی پیشکش کی گئی ۔ پکتھال نے اس پیشکش کو قبول کیا ۔ وہ جنوری ۱۹۲۵ء میں حیدرآباد آکر چادر گھاٹ ہائی اسکول کے پرنسپال کی خدمت پر رجوع ہوئے ۔ انھوں نے چادر گھاٹ ہائی اسکول کی ترقی کے لئے بڑی محنت اور طلبہ کی کردار سازی پر خصوصی توجہ دی اور چادر گھاٹ ہائی اسکول کو ایک مثالی درس گاہ بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ ڈاکٹر احمد محی الدین جو پکتھال کے دور میں چادر گھاٹ ہائی اسکول کے طالب علم تھے اپنے ایک مضمون

مطبوعہ ماہنامہ سب رس، حیدر آباد سپٹمبر ۱۹۹۴ء میں لکھتے ہیں کہ پکتھال کے مراسم مصر، ترکی اور برطانیہ کے اعلی عہدیداروں سے تھے اسی زمانے میں وہ سیول سرویس کے منتخب افراد کی تربیت بھی کرتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ترجمہ قرآن کے کام میں غرق تھے مگر حیرت ہے کہ اس مصروفیت کے باوجود وہ بلاناغہ سوائے جمعہ کی تعطیل کے دن بھر مدرسے میں موجود رہتے ۔ دوپہر کے وقفے میں نماز ظہر کی امامت بھی کرتے اور اسی گھنٹے میں اسکول کے صحن میں کچھ دیر کے لئے لڑکوں سے بے تکلف گفتگو بھی کرتے تھے ۔ ان کی گفتگو میں لطیف ظرافت جھلکتی رہتی تھی ۔ طلبہ انکی مسکراہٹ کبھی نہیں بھول سکتے ۔

حیدر آباد میں وہ محکمہ نظامت اطلاعات عامہ اور سیول سرویس ہاؤس کے نگران کار بھی مقرر کئے گئے تھے ۔ حیدر آباد کا معروف انگریزی رسالہ اسلامک کلچر ۱۹۲۷ء میں پکتھال کی ادارت میں جاری ہوا جسے پکتھال نے بلند پایہ علمی اور تحقیقی جریدہ بنانے کے لئے سخت محنت کی ۔ حیدر آباد کے قیام تک وہی اس رسالے کے ایڈیٹر تھے ۔

قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ پکتھال کا عظیم کارنامہ ہے ۔ حیدرآباد کی ملازمت کے دوران ترجمے کے کام کو مکمل فرصت اور یکسوئی کے ساتھ انجام دینے کے لئے انھیں پوری تنخواہ کیساتھ دوسال کی رخصت منظور کی گئی ۔ پکتھال ترجمہ مکمل ہونے پر مصر گئے اور وہاں انھوں نے جامعہ ازہر کے اساتذہ اور دیگر علماء سے اپنے ترجمے پر مشورہ اور قرآن مجید کے مشکل مقامات پر بحث و مباحثہ کیا جس کی روشنی میں انھوں نے اپنے ترجمے پر کہیں کہیں نظر ثانی بھی کی ۔ ان کا ترجمہ ۱۹۳۰ء میں The Meanning of the Glorious Koran کے نام سے بیک وقت لندن اور نیویارک سے شائع ہوا ۔ گورنمنٹ سنٹرل پریس حیدر آباد سے بھی دو جلدوں میں اس کی اشاعت عمل میں آئی ۔ اس ترجمے کے اب تک بے شمار ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں اور ہورہے ہیں ۔ محمد مارماڈیوک پکتھال کا انگریزی ترجمہ لازوال ہے ۔ اس سے ہمیشہ استفادہ کیاجائے گا ۔ ریاست حیدر آباد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ قرآن حکیم کے اس مترجم کو اس نے سرآنکھوں پر بٹھایا اور عظیم ترین مترجم کے لئے ممکنہ سہولتیں فراہم کیں ۔ یہی نہیں بلکہ اس ترجمے کی تکمیل کے بعد بھی اس مترجم قرآن کے ساتھ شایان شان

سلوک روا رکھا۔

پکتھال کو صرف دس سالہ ملازمت پران کی اہم خدمات کے پیش نظر بطور خاص نصف تنخواہ کا وظیفہ پانچ سو روپے کلدار ماہانہ منظور کیا گیا اور ان کے انتقال پر ان کی بیوہ کو دو سو پونڈ سالانہ وظیفہ تاحیات مقرر کیا گیا۔

مار ماڈیوک پکتھال کی حیات اور کارناموں پر اردو میں چند مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں حیدرآباد کی ملازمت کے بارے میں معلومات ملتی ہیں لیکن حیدرآباد میں ان کی دس سالہ ملازمت کے بارے میں حسب ذیل تفصیلی، مستند اور اہم مواد جو آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ریکارڈ پر مبنی ہے پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے۔

چادر گھاٹ ہائی اسکول کے پرنسپال کی جائداد کے انتظام کے متعلق سر راس مسعود ناظم تعلیمات نے اپنی ایک تحریک میں لکھا کہ محکمہ تعلیمات کی ترقی کے لئے یہ امر ہمیشہ پیش نظر رہا ہے کہ فرسٹ گریڈ ہائی اسکولوں میں کم از کم ایک ہائی اسکول کا پرنسپال قابل انگریز رہا کرے۔ اسی اصول کے مدنظر چادر گھاٹ ہائی اسکول کی صدارت پر پہلے شاکراس اور ان کے تبادلے پر کرک پیاٹرک مامور کئے گئے تھے۔ اب کرک پیاٹرک کا انتقال ہو چکا ہے اس لئے اس جائداد کے لئے مار ماڈیوک پکتھال کا نام پیش کیا جاتا ہے۔ پکتھال آج کل کی علمی دنیا میں مشاہیر میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انھوں نے انگلستان اور یورپ کے دیگر ممالک میں تعلیم پائی ہے۔ انگریزی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی اور ہسپانوی زبانوں سے واقف ہونے کے علاوہ وہ عربی میں بھی بہت اچھی استعداد رکھتے ہیں۔ وہ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے اور انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسلامی ممالک میں عربوں، ترکوں اور مصریوں کی صحبت میں گزارا ہے۔ اسلامی ممالک کے بارے میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ انگلستان اور امریکہ کے تمام معتبر اخبارات اور رسائل میں ان کتابوں کی تعریف و توصیف کے ساتھ اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ مشرقی ممالک کے حالات اور تمدن کو سمجھنے کے لئے انکا مطالعہ لازمی ہے۔ یہ کتابیں اس قدر مقبول ہوئی ہیں کہ ان کا ترجمہ فرانسیسی، جرمن، ڈینش، ہنگرین اور روسی زبانوں کے علاوہ ایشیاء کی متعدد زبانوں میں بھی ہوا ہے۔ مار ماڈیوک پکتھال کے خلوص اور ہمدردی کی بناء پر ترکی کی حکومت ان کو اپنے ایک صوبہ کا گورنر مقرر کرنے

کا ارادہ کر رہی تھی لیکن جنگ کا آغاز ہونے کی وجہ سے یہ تقرر عمل میں نہ لایا جاسکا تاہم ان کے لئے جو عزت و وقعت ترکوں کے دلوں میں تھی اس کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ ترکی کی ایک اہم شاہراہ کو ان کے نام سے موسوم کرنے کی تجویز تھی ۔ پکتھال ۱۹۲۴ء سے چند ماہ قبل تک بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر تھے چونکہ ان کے جیسے قابل اور مشہور یورپین کی خدمات سے مستفید ہونے کا ہندوستان میں شاذ و نادر ہی موقع ملتا ہے اس لئے محکمہ تعلیمات کے لئے ان کی خدمات جلد سے جلد حاصل کی جائیں ۔ چادر گھاٹ ہائی اسکول کے پرنسپال کی جائداد (۵۰۰ تا ۱۰۰۰ روپے) پر اس سے بہتر کوئی انتظام نہیں ہوسکتا ۔ اس سلسلے میں مارماڈیوک پکتھال سے یہ استفسار کرنے کی اجازت دی جائے کہ آیا وہ اس خدمت کو دو سال تک اس کے انتہائی گریڈ ایک ہزار روپے ماہوار کے ساتھ قبول کرنے کے لئے آمادہ ہیں یا نہیں ۔ معتمد تعلیمات اور محکمہ فینانس نے ناظم تعلیمات کی پیش کردہ اہم تحریک سے مکمل طور پر اتفاق کیا ۔ ان سفارشات پر نواب میر عثمان علی خان آصف سابع نے اپنے فرمان مورخہ ۲۲ / ڈسمبر ۱۹۲۴ء کے ذریعہ چادر گھاٹ ہائی اسکول کے پرنسپال کی جائداد پر دو سال کے لئے ایک ہزار روپے کلدار ماہوار پر مارماڈیوک پکتھال کے تقرر کے احکام صادر کرتے ہوئے لکھا کہ اس پیشکش کی نسبت پکتھال جو کچھ جواب دیں اس کی اطلاع آصف سابع کو دی جائے ۔ اس فرمان کی تعمیل میں پکتھال کو فوراً بذریعہ تار مطلع کیا گیا ۔ انھوں نے اطلاع دی کہ انھیں یہ پیشکش قبول ہے اور انھوں نے ۱۵ / جنوری ۱۹۲۵ء کو اپنی خدمت کا جائزہ بھی حاصل کرلیا ۔

مارماڈیوک پکتھال کی منظورہ دو سالہ مدت جب ختم ہونے کو تھی تو ان کی خدمت کو مستقل قرار دینے کے بارے میں ایک عرضداشت آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کی گئی جس میں پکتھال کی اطمینان بخش کارگزاری کی بناء پر ان کی ملازمت کو مستقل قرار دینے کے لئے ناظم و معتمد تعلیمات اور محکمہ فینانس کی سفارشات درج تھیں ۔ ان سفارشات کو منظور کرتے ہوئے آصف سابع نے چادر گھاٹ ہائی اسکول کے پرنسپال کی جائداد پر پکتھال کو مستقل قرار دینے کے احکام صادر کئے ۔ چونکہ پکتھال انگریز تھے اور انگلستان کے باشندے تھے اس لئے ان کے استقلال سے متعلق رزیڈنسی سے بھی مشورہ کیا گیا تھا جس کا جواب تاخیر سے وصول ہوا یعنی پکتھال کو مستقل قرار

دینے کا فرمان جاری ہونے کے بعد۔ رزیڈنسی کے مراسلے میں لکھا گیا کہ رزیڈنٹ کو شبہ ہے کہ آیا پکتھال کا مستقل تقرر مناسب رہے گا ۔ پکتھال کو مزید دو سال کی توسیع دی جائے تو انھیں (رزیڈنٹ) کوئی اعتراض نہیں اور بعد ختم مدت مزید غور ہو سکتا ہے ۔ رزیڈنسی سے اس مراسلے کی وصولی پر پکتھال کو مستقل قرار دینے کے احکام کو التوا میں رکھتے ہوئے ان کی مدت ملازمت میں دو سال کی توسیع کے لیے عرضداشت پیش کی گئی جس پر آصف سابع نے فرمان مورخہ ۲۷ / فبروری ۱۹۲۷ء کے ذریعہ پکتھال کی مدت ملازمت میں دو سال کی توسیع منظور کی ۔

پکتھال نے حیدرآباد کی ملازمت کے دوران قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ مکمل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ انھوں نے اس سلسلے میں ایک درخواست بتوسط ناظم تعلیمات پیش کی جس میں انھوں نے لکھا کہ حکومت ریاست حیدرآباد کی ملازمت میں داخل ہونے سے قبل انھوں نے قرآن پاک کا ترجمہ شروع کر دیا تھا تاکہ اس کے محاسن ، جوش اور دبدبہ کا کچھ اظہار ہوسکے جو موجودہ ترجموں میں مفقود ہے۔ یہاں آنے کے بعد انھیں اپنے گوناگوں فرائض میں اس قدر منہمک ہونا پڑا کہ ترجمے کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے فرصت نہیں ملی ۔ وہ قرآن پاک کے ایک ثلث کا ترجمہ کر چکے ہیں جس میں آٹھ ماہ صرف ہوئے تھے ۔ بقیہ کام کی تکمیل کے لیے کامل فرصت کے ساتھ دو سال کی مدت درکار ہوگی ۔ اس مدت میں وہ ترجمے کو حواشی و مقدمے کے ساتھ مکمل کر لیں گے ۔ انھیں علماء سے مشورہ اور کتب خانوں سے مدد لینے کے لیے یورپ ، مصر اور الجیریا بھی جانا پڑے گا ۔ اس لیے ان کی استدعا ہے کہ انھیں دو سال کی رخصت بطور خاص پوری تنخواہ کے ساتھ منظور کی جائے ۔ پکتھال نے اپنی درخواست میں یہ بھی لکھا کہ قرآن پاک کے موجودہ ترجموں میں مولوی محمد علی کا ترجمہ محنت سے کیا گیا ہے مگر اس کی انگریزی ایسی ہے کہ کوئی انگریز اس کو روا نہیں رکھ سکتا ۔ دوسرے تراجم ایسے لوگوں کے ہیں جو قرآن پاک کو مقدس نہیں سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے طرز عبارت میں کوئی احتیاط روا نہیں رکھی ۔ پکتھال نے درخواست میں خود اپنے بارے میں لکھا کہ وہ " عربی کے مختلف السنہ " بخوبی جانتے ہیں ۔ قرآن پاک کی تلاوت میں ذوق و شوق کے ساتھ انھوں نے اپنی عمر صرف کی ہے ۔ انگریزی ان کی مادری زبان ہے اور بحیثیت مصنف انھیں

کسی حد تک شہرت حاصل ہو چکی ہے ۔ ان کی تمنا ہے کہ لندن میں مسجد نظامیہ کی تعمیر ختم ہونے سے پہلے قرآن پاک کا ترجمہ صاف اور موثر انگریزی میں شائع ہو جائے جو لندن کے ہر کتب فروش کی دکان پر مل سکے اور جس کو انگریز مسرت کے ساتھ پڑھ سکیں اور آسانی سے سمجھ سکیں ۔ ناظم تعلیمات نے اس درخواست پر یہ رائے تحریر کی کہ قرآن پاک کے بہترین اور صحیح ترجمے کا موقعہ حاصل ہو رہا ہے ۔ اگر آصف سابع پکتھال کی درخواست کو منظور فرمائیں تو تمام اسلامی دنیا پر احسان ہوگا ۔ اس وقت دنیائے ادب میں پکتھال کے سواء کوئی ایسا نہیں ہے جو قرآن پاک کا ترجمہ اس خوبی سے کر سکے کہ اس کے حقیقی حسن میں فرق نہ آئے ۔ لہٰذا وہ پرزور سفارش کرتے ہیں کہ اس خاص کام کے لئے حسب استدعا پکتھال کو دو سال کی رخصت پوری تنخواہ کے ساتھ منظور کی جائے اور انھیں یورپ ، مصر ، اور الجیریا جانے کی اجازت دی جائے تا کہ وہ وہاں کے علماء سے مشورہ اور کتب خانوں سے مدد لیں ۔ ناظم تعلیمات کی رائے اور سفارشات سے معتمد و صدر المہام تعلیمات ، محکمہ فینانس اور مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم نے کامل اتفاق کیا ۔ آصف سابع نے ان سفارشات کی بنیاد پر فرمان مورخہ ۱۶ / جولائی ۱۹۲۸ء کے ذریعہ قرآن شریف کے انگریزی زبان میں ترجمے کے لئے پکتھال کو پوری تنخواہ کے ساتھ دو سال کی رخصت منظور کی ۔

ابتداء میں مارماڈیوک پکتھال کا تقرر دو سال کے لئے ہوا تھا جس کے بعد انھیں دو سال کی توسیع دی گئی تھی ۔ چار سال کی مدت پوری ہونے پر ان کی مدت ملازمت میں دو بار تین سال کی توسیع دی گئی ۔ آخری تین سالہ مدت منظورہ جب قریب الختم تھی پکتھال نے انھیں ملازمت سے وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش کرنے کے لئے درخواست دی ۔ پکتھال کی جانب سے وظیفہ کے لئے دی گئی درخواست پر ناظم تعلیمات نے لکھا کہ تاریخ ابتدائی ملازمت سے توسیع کی مدت ختم ہونے تک پکتھال کی جملہ مدت ملازمت (۱۰) سال اور عمر (۶۰) سال ہوتی ہے ۔ پکتھال نے زمانہ ملازمت میں نہ صرف پرنسپال کی خدمت قابل تحسین طریقے پر انجام دی ہے بلکہ اپنے مفوضہ فرائض کو انجام دیتے ہوئے محکمہ نظامت اطلاعات عامہ اور سیول سرویس ہاوس کی نگرانی کی خدمات بھی انجام دی ہیں ۔ انھوں نے قرآن پاک کا وہ بے مثل ترجمہ انگریزی میں کیا ہے کہ قرآن کریم کے جتنے ترجمے انگریزی زبان میں آج تک ہوئے ہیں ان سب میں پکتھال کا ترجمہ بہترین سمجھا

جاتا ہے ۔ از روئے ضابطہ استحقاق سے زیادہ وظیفہ نہیں دیا جاسکتا لیکن پکتھال کا تقرر ان کی مستند قابلیت کی وجہ سے اور خاص حالات کے تحت عمل میں آیا تھا ۔ ان کی خدمات قابل قدر اور قابل ستائش رہی ہیں ۔ ان حقائق کے پیش نظر پکتھال کو ان کی دس سالہ ملازمت پر بطور خاص نصف تنخواہ کا وظیفہ ان کی خدمات کی قدردانی کے معاوضے میں منظور کیا جائے ۔ ناظم تعلیمات کی رائے اور سفارشات سے معتمد وصدرالمہام تعلیمات اور محکمہ فینانس نے اتفاق کیا اور باب حکومت نے بھی ان سفارشات کو قبول کرتے ہوئے قرارداد منظور کی ۔ آصف سابع نے ان سفارشات کو منظور کرتے ہوئے اپنے فرمان مورخہ ۲۶ / اگست ۱۹۳۴ء کے ذریعہ احکام صادر کئے کہ مسٹر پکتھال کو ان کی خواہش کے مطابق جنوری ۱۹۳۵ء سے ریٹائر کر کے ان کے نام پانچ سو روپے کلدار وظیفہ بطور خاص جاری کیا جائے ۔

پکتھال وظیفہ پر سبکدوش ہونے کے بعد لندن چلے گئے جہاں ان کا ۱۹ / مئی ۱۹۳۶ء کو انتقال ہوا ۔ پکتھال کے انتقال کی اطلاع ملنے پر آصف سابع نے از خود تحریری طور پر استفسار کیا " مسٹر پکتھال نے اس ریاست میں مختلف خدمات عمدگی سے ایک عرصہ تک انجام دیں ۔ اس کے مدنظر ان کی بیوہ اس ریاست سے وظیفہ پانے کی مستحق ہے ۔ کونسل کی رائے عرض کی جائے کہ بیوہ کے نام کس قدر وظیفہ جاری ہونا مناسب ہے " ان احکام کی تعمیل میں باب حکومت کی سفارشات پیش کی گئیں اور آصف سابع نے بذریعہ فرمان مورخہ ۱۶ / سپتمبر ۱۹۳۶ء مسز پکتھال کے نام دو سو پونڈ سالانہ وظیفہ رعایتی تاحیات جاری کرنے کے احکام جاری کئے ۔

ماخذ

Instalment No 81. List No. 4. Serial No. 216

مقدمہ :۔ منظوری نسبت تقرر مسٹر پکتھال بر صدر مدرسی چادر گھاٹ ہائی اسکول

فرمان

بملاحظہ:۔ عرضداشت صیغۂ تعلیمات معروضۂ ۲۵-محرم الحرام ۱۳۴۷ھ جو قرآن شریف کا با محاورہ و موثر انگریزی زبان مین صحیح ترجمہ کرنے کیلئے مسٹر پکتھال کو دو سال کی رخصت بسالم ماہوار دینے کی نسبت ہے۔

حکم:۔ مذکور کام کیلئے مسٹر پکتھال کو دو سال کی رخصت بسالم ماہوار دی جائے

۲۷-محرم الحرام ۱۳۴۷ھ

فرمان

بملاحظہ:۔ عرضداشت صیغۂ تعلیمات معروضۂ ۲۳-جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ جو مسٹر پکتھال کے وظیفۂ رعایتی کی نسبت ہے۔

حکم:۔ کونسل کی رائے کے مطابق اس مقدمہ کے خاص حالات کے مدنظر مسٹر پکتھال کے نام دو سو پونڈ سالانہ وظیفۂ رعایتی تاحیات جاری کیا جائے۔

۲۹-جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

انگلینڈ اور ہالینڈ کے علمی اداروں
کی
امداد

سابق ریاست حیدرآباد کے آخری فرماں روا نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کی فراخ دلی اور فیاضی بلکہ فیض رسانی کی شہرت نہ صرف سارے برصغیر ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر بلاوجہ نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں سے بھی اور جس نے بھی علمی و تہذیبی نقطہ نظر سے کسی اہم مقصد کے لئے امداد کی درخواست کی آصف سابع نے بڑھ چڑھ کر مدد کی۔ مجوزہ اعانت میں کمی نہیں کی بلکہ اس میں اضافہ کیا۔ یورپ کے ترقی یافتہ اور خوشحال ممالک بھی حکومت ریاست حیدرآباد سے اس سلسلے میں رجوع ہوئے اور انھیں اس ریاست اور اس کے والی سے مایوس نہیں ہونا پڑا۔ آصف سابع کی علمی فیاضیوں سے نہ صرف علی گڑھ یونیورسٹی، بنارس یونیورسٹی، آندھرا یونیورسٹی، شانتی نکیتن، جامعہ ملیہ، بھنڈارکر اورینٹل ریسرچ انسٹیٹوٹ، انسٹیٹوٹ آف سائنس بنگلور اور ملک کے دوسرے مقامات سے تعلق رکھنے والے ادارے اور افراد فیض یاب ہوئے بلکہ یورپ کے ممالک انگلستان اور ہالینڈ کے علمی اداروں نے بھی استفادہ کیا۔ آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں اس تعلق سے جو مواد بکھرا پڑا ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے اس مضمون میں انگلستان اور ہالینڈ کے چار اہم علمی اداروں کو دی گئی مالی امداد کی کارروائیوں کے مختصر خلاصے پیش کئے جارہے ہیں جن سے علمی دنیا پوری طرح آگاہ نہیں ہے یا جن کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ امداد و اعانت اور یہ فیاضی کس درجہ اہم اور وقیع کہلاسکتی ہے۔

آرام اسٹرانگ کالج، نیوکیاسل (یونیورسٹی آف ڈرہم) کے پرنسپال

سرتھیوڈور موریسن نے نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کے نام اپنی ایک درخواست مورخہ ۱۰ / جون ۱۹۲۶ء میں لکھا کہ لندن کے باہر انگلستان کے لوگوں میں ہندوستان کے بارے میں بڑی لاعلمی پائی جاتی ہے۔ آبادی کے بڑے مراکز میں تعلیم یافتہ اور متمول طبقہ بھی ہندوستان کے بارے میں کچھ واقف نہیں ہے۔ اس لاعلمی کو دور اور ختم کرنے کا موثر طریقہ یہ ہے کہ کتب خانوں کو ہندوستان کے بارے میں کتابیں فراہم کی جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر وہ ہندوستان پر کتابوں کی ایک اچھی لائبریری قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لائبریری میں وہ ہندوستانی مصوری اور ہندوستان کے فن تعمیر کے علاوہ ہندوستان کی تاریخ پر کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ کی کتابوں میں وہ خصوصیت کے ساتھ عہد وسطی کی اہم معاصر تاریخ کی کتابوں کے ترجمے جیسے ابوالفضل کا اکبر نامہ و آئین اکبری، عبدالقادر بدایوانی کی منتخب التواریخ، ابوالقاسم کی تاریخ فرشتہ، تزک بابری اور تزک جہانگیری وغیرہ اس لائبریری میں رکھنا چاہتے ہیں۔ سرتھیوڈور موریسن نے متذکرہ بالا کتابوں کے ذخیرے کی خریدی کے لئے ایک ہزار پونڈ کی ضرورت ظاہر کرتے ہوئے درخواست کی کہ ہندوستان پر کتابوں کی خریدی اور کتب خانے کے قیام کے لئے ایک ہزار پونڈ کا عطیہ منظور کیا جائے۔

جب باب حکومت کے اجلاس میں یہ کارروائی پیش ہوئی تو بہ غلبہ آراء یہ قرار داد منظور کی گئی "سرکار میں عرض کیا جائے کہ خاص حالات کے لحاظ سے اس کام میں پانچ سو پونڈ چندہ دیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا مگر لطف الدولہ بہادر کو اس رائے سے اختلاف ہے۔ ان کی رائے میں یا تو کچھ نہیں دینا چاہیئے اور اگر دیں تو پوری رقم جس کی استدعا سرتھیوڈور موریسن نے کی ہے یعنی ایک ہزار پونڈ دینا چاہیئے۔ جب یہ کارروائی ایک عرضداشت کے ذریعہ آصف سابع کے ملاحظہ میں پیش ہوئی تو انھوں نے فرمان مورخہ ۲۶ / اگسٹ ۱۹۲۶ء کے ذریعہ کتب خانے کی امداد کے لئے ایک ہزار پونڈ کی منظوری صادر کی۔

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز، لندن یونیورسٹی کی جانب سے مالی امداد کی درخواست پر باب حکومت نے امداد دینے کی سفارش کی۔ اس سفارش کے مطابق

آصف سابع نے بذریعہ فرمان ۱۶/ اگست ۱۹۲۸ء تین سال کے لئے پانچ پونڈ سالانہ منظور کئے۔ مالی امداد منظور ہونے کی اطلاع ملنے پر اسکول کی مجلس انتظامی نے شکریے کا رزولیوشن منظور کیا اور ڈائرکٹر نے صدر المہام فینانس کے نام اپنے مراسلے مورخہ ۲۵/ اکتوبر ۱۹۲۸ء میں اس رزولیوشن کو درج کر کے استدعا کی کہ اسے آصف سابع کے ملاحظے میں پیش کیا جائے۔ جب اسکول کی امداد کی سہ سالہ مدت قریب الختم تھی تو اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کی مجلس انتظامی کے صدر سرہار کورٹ بٹلر نے ایک درخواست روانہ کی جس میں انھوں نے اسکول کی اچھی کارکردگی کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے گزارش کی کہ اسکول کے لئے جو فیاضانہ امداد منظور کی گئی تھی وہ بدستور جاری رکھی جائے۔ اس درخواست پر باب حکومت نے امداد کی رقم گھٹا کر اسے مزید تین سال تک جاری رکھنے کی سفارش کی۔ آصف سابع نے اس سفارش کو قبول کرتے ہوئے فرمان مورخہ ۶/ سپٹمبر ۱۹۳۲ء کے ذریعہ اس اسکول کے لئے ڈہائی سو پونڈ سالانہ مزید تین سال کے لئے منظور کئے۔ دوسری بار امداد کے جاری ہونے کے کچھ عرصہ بعد سرہار کورٹ بٹلر نے ایک مکتوب کے ذریعہ استدعا کی کہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کی دوسرے مقام پر تعمیر کی جانے والی عمارت کے لئے امداد دی جائے لیکن اس مرتبہ کوئی مالی امداد منظور نہیں کی گئی اور آصف سابع نے فرمان مورخہ ۱۵/ اپریل ۱۹۳۵ء کے ذریعہ حکم دیا "مدرسۃ السنہ مشرقیہ کو کسی امداد کی ضرورت نہیں کیونکہ قبل ازیں کافی رقم دی جا چکی ہے"۔

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کو دوسری بار تین سال کی مدت کے لئے جو امداد منظور کی گئی تھی وہ مدت بھی ختم ہو چکی تھی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اس اسکول کے ڈائرکٹر سر ڈینیسن راس کی یادداشت مورخہ ۱۸/ نومبر ۱۹۳۶ء حکومت ریاست حیدرآباد کے نام وصول ہوئی جس میں انھوں نے درخواست کی کہ اس اسکول کے شعبہ اردو کے لئے ریڈر شپ منظور کی جائے جسے دی نظامس ریڈر شپ ان اردو کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ اس درخواست پر باب حکومت نے امداد جاری کرنے کے سلسلے میں جو سفارش پیش کی تھی اسے قبول کرتے ہوئے آصف سابع نے فرمان مورخہ ۱۶/ سپٹمبر ۱۹۳۷ء کے ذریعہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز، لندن یونیورسٹی میں اردو ریڈر شپ قائم کرنے کی غرض سے ڈہائی سو پونڈ سالانہ کی امداد منظور کی۔ (اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز

کی امداد کی بارے میں ایک علاحدہ مضمون اس کتاب میں شامل ہے)۔

لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) کے ڈاکٹر ووگل نے حکومت ریاست حیدرآباد کے نام ایک یادداشت روانہ کی جس میں انھوں نے لکھا کہ ہندوستانی علم آثار کو ترقی دینے کے لئے لیڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) میں کرن انسٹیٹوٹ کا قیام عمل میں آیا ہے جس کی جانب سے ببلوگرافی آف انڈین آرکیالوجی کی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جنھیں علمی دنیا میں کافی پسند کیا گیا ہے ۔اب ساتویں جلد زیر ترتیب ہے لیکن اس کام کی تکمیل میں مالی مشکلات درپیش ہیں ۔چونکہ حکومت ریاست حیدرآباد نے ایسے کاموں کی امداد میں دریادلی سے کام لیا ہے اور یہ کام ہندوستان کے ارباب ذوق کو بھی فائدہ پہنچائے گا اس لئے اگر دو یا تین سو روپے سالانہ امداد جاری کی جائے تو مشکلات دور ہوجائیں گی اور یہ علمی کام بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے گا ۔ ناظم آثار قدیمہ نے اس یادداشت پر یہ لکھا کہ چونکہ ڈاکٹر ووگل نے دو یا تین سو روپے سالانہ کی امداد مانگتے ہوئے اس بات پر آمادگی ظاہر کی ہے کہ کتاب میں حکومت ریاست حیدرآباد کی مالی اعانت کا تذکرہ کیا جائے گا اور ریاست کے سررشتہ (محکمہ) آثار قدیمہ کی کارگزاری پر بھی نمایاں تبصرہ شامل ہوگا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سررشتہ مذکور کی گنجائش سے پانچ سال کے لئے دوسو روپے کلدار کی امداد منظور کی جائے اور ڈاکٹر ووگل کو لکھا جائے کہ وہ سررشتہ آثار قدیمہ کے علاوہ کتاب کے نسخے کتب خانۂ آصفیہ ، نظام کالج ، عثمانیہ یونیورسٹی اور باب حکومت کے کتب خانوں کو بھی بلا قیمت روانہ کریں ۔ معتمد و صدرالمہام آثار قدیمہ اور سررشتہ فینانس نے ناظم آثار قدیمہ کی رائے سے اتفاق کیا ۔ باب حکومت نے حسب رائے ناظم آثار قدیمہ مالی امداد کی منظوری کی سفارش کی اور آصف سابع نے فرمان مورخہ ۸ / جولائی ۱۹۳۴ء کے ذریعہ ببلوگرافی آف انڈین آرکیالوجی کی طباعت کی غرض سے پانچ سال کے لئے دوسو روپے سالانہ کی امداد منظور کی ۔ ان احکام کی تعمیل میں /ادارہ مذکور کو پانچ سال تک (۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۸ء) امداد دی جاتی رہی ۔ دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے ببلوگرافی آف انڈین آرکیالوجی کی تدوین و اشاعت کا کام بند رہا ۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ڈاکٹر ووگل پروفیسر علم آثار لیڈن یونیورسٹی ، ہالینڈ نے [illegible]مت حیدرآباد کے نام ایک درخواست میں لکھا کہ جنگ کے دوران جرمنی کے مظالم

اور غارت گری کی وجہ سے ان کے ملک کی حالت بڑی خراب رہی ۔ خوش قسمتی سے انسٹیٹوٹ جنگ کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہا اور اب وہ اپنا کام شروع کر سکتا ہے ۔ ان دنوں انسٹیٹوٹ مالی مشکلات سے دوچار ہے ۔ انھوں نے انسٹیٹوٹ کو حسب سابق مالی امداد جاری کرنے کی درخواست کی ۔ سررشتہ آثار قدیمہ نے اس درخواست پر لکھا کہ ادارہ مذکورہ کا رسالہ انڈین ببلوگرافی یورپ کے اہم اور مشہور رسالوں میں شمار کیا جاتا تھا اس میں ہندوستان کے آثار پر شائع ہونے والی مطبوعات پر عالمانہ تبصرے شائع کئے جاتے تھے ۔ اس رسالے میں سب سے پہلے سررشتہ آثار قدیمہ حکومت ریاست حیدرآباد کی سالانہ رپورٹوں اور دیگر مطبوعات پر اہم تبصرے شامل رہتے تھے ۔ چونکہ اس رسالے کو آرکیالوجی کے ماہر وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے اس لئے امداد کو دوبارہ تین سال کے لئے جاری کیا جانا چاہئیے ۔ سررشتہ فینانس نے سررشتہ آثار قدیمہ کی رائے سے اس صراحت کے ساتھ اتفاق کیا کہ ادارہ مذکور کو ۸ نسخے جات بلاقیمت سربراہ کرنا ہوگا ۔ باب حکومت نے حسب تحریک سررشتہ فینانس امداد جاری کرنے کے سلسلے میں قرارداد منظور کی ۔ ان سفارشات کی روشنی میں آصف سابع نے تین سال کے لئے مالی امداد کی منظوری دی ۔ اس بارے میں ان کا یہ فرمان مورخہ ۱۳ / جون ۱۹۴۶ء جاری ہوا ۔ " کونسل کی رائے کے مطابق اس ادارہ کو دوسو روپے کلدار سالانہ کی امداد تین سال تک جاری کی جائے اس صراحت کے ساتھ کہ یہ اس پرچے کے ۸ نسخے بلاقیمت ہمارے ہاں سربراہ کیا کرے گا " ۔

سرآسٹن چمبرلین (Sir Austen Chamberlain) نے ایک مکتوب ماہ اپریل ۱۹۳۴ء میں سراکبر حیدری ، صدرالمہام فینانس حکومت ریاست حیدرآباد کے نام روانہ کیا جس میں انھوں نے لکھا کہ لندن اسکول اف ہائیجن اینڈ ٹراپکل میڈیسن (London School Of Hygiene & Tropical Medicine) کے لئے حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے مالی امداد عطیے یا چند برسوں کے لئے چندے کی شکل میں جاری کروائی جائے ۔ سرآسٹن چمبرلین کچھ عرصہ قبل برطانوی کابینیہ میں سکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا اور فارن سکریٹری جیسے بے حد اہم عہدوں پر مامور رہ چکے تھے ۔ سراکبر حیدری نے نواب کاظم یار جنگ کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۲ / مئی ۱۹۳۴ء

کے ساتھ ایک نوٹ روانہ کیا۔اس نوٹ میں مہاراجہ سر کشن پرشاد، صدر اعظم اور ان کی کابینہ کے وزراء نے ادارہ مذکور کو دو ہزار پونڈ یکمشت مالی امداد دینے کی سفارش کی تھی۔اس سفارش کی روشنی میں آصف سابع نے فرمان مورخہ ۱۴/ مئی ۱۹۳۴ء کے ذریعہ دو ہزار پونڈ یکمشت کی امداد منظور کی۔امداد کی منظوری کی اطلاع ملتے ہی سر اکبر حیدری نے سر آسٹن چمبرلین کو بذریعہ تار اطلاع دی۔سر آسٹن چمبرلین، چیرمن کورٹ آف گورنرس ادارہ مذکور نے سر اکبر حیدری کے تار کے جواب میں مکتوب روانہ کرتے ہوئے لکھا کہ آصف سابع نے ایک نیک کام میں جس دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور جو عطیہ مرحمت کیا ہے اس کی نسبت ادارہ مذکور کی جانب سے نیز ان کی جانب سے آصف سابع کی خدمت میں دلی شکریہ عرض کیا جائے۔

ماخذ

1- Instalment No. 82, List 1, Serial No. 440

مقدمہ:۔خط سر تھیوڈور موریسن نسبت عطائے چندہ بغرض قیام کتب خانہ در لندن۔

2- Instalment No. 82, List No.3, Serial No. 120

مقدمہ:۔نسبت خط چیرمن برائے امداد ہاسپٹل متعلقہ امراض بینی و گوش لندن۔ مدرسہ السنہ مشرقیہ۔تعمیر دواخانہ بیت المقدس۔تعمیر دار الاقامہ نرسس لندن۔

3- Instalment No. 84, List No.1, Serial No. 138

مقدمہ:۔نسبت عطائے امداد دوسو روپے کلدار سالانہ بہ ڈاکٹر ووگل مدیر کرن انسٹیٹوٹ ولیڈن (ہالینڈ)۔

4- Instalment No. 82, List No.1, Serial No. 112

مقدمہ:۔عطائے امداد یکمشت دو ہزار پونڈ برائے لندن اسکول آف ہائیجن اینڈ ٹراپکل میڈیسن۔

کنگ کوٹھی

فرمان

بملاحظہ :- عرضداشت صیغہ سیاسیات معروضہ ۶ - صفر المظفر سنہ ۱۳۴۵ھ جو ولائیت کے ایک کالج کے پرنسپل سر تھیوڈور ماریس کی درخواست کی نسبت ہے کہ اون کے کالج کے کتب خانہ کی امداد میں ایک ہزار پونڈ چندہ دیا جائے -

حکم :- اِس کام کیلئے ہماری طرف سے ایک ہزار پونڈ چندہ دیا جائے - (دستخط مبارک)

۱۶ - صفر المظفر سنہ ۱۳۴۵ھ - پنجشنبہ

شرمد تخط (امین جنگ)

نقل مطابق اصل

[signature]

مددگار معتمد

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز
لندن یونیورسٹی

ریاست حیدرآباد کے چشمہ فیض سے ریاست اور بیرون ریاست برصغیر کے دوسرے علاقے ہی نہیں بلکہ سمندر پار بیرونی ملکوں کے علاقے بھی سیراب ہوتے تھے۔ ریاست حیدرآباد کے آخری حکمران آصف سابع نواب میر عثمان علی خان کی سرپرستی، امداد اور اعانت کے ذریعہ انگلستان (برطانیہ)، بیت المقدس اور عرب ملکوں کے اداروں کی آبیاری بھی ہوئی ہے۔ جن بیرونی ملکوں کے علمی اداروں، درس گاہوں، کتب خانوں اور دیگر فلاحی اداروں کو رقمی امداد دی گئی تھی ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ یہ مختصر مضمون انگلستان کے ایک نامور تعلیمی ادارے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز، لندن یونیورسٹی کو دی گئی مالی امداد کے بارے میں قلمبند کیا گیا ہے جو آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز اینڈ ریسرچ انسٹیٹوٹ کے ریکارڈ کے مواد پر مبنی ہے۔ اس اسکول کو ابتداء میں تین سال تک پانچ سو پونڈ سالانہ امداد منظور کی گئی تھی۔ امداد کی توسیع کی درخواست پر ڈھائی سو پونڈ سالانہ امداد مزید تین سال کے لئے جاری کی گئی تھی۔ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کو چھ سال کی مدت (۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۴ء) تک مالی امداد جاری رکھنے کے بعد اس خیال کے پیش نظر کہ اس ادارہ کو کافی امداد دی جاچکی ہے امداد کو مسدود کر دیا گیا تھا لیکن اس اسکول میں اردو ریڈر شپ یا اردو چیر (Urdu Chair) کے قیام کے لئے مالی امداد کو بحال کرنے کی درخواست پر تین سال بعد یہ مالی امداد پھر جاری کر دی گئی۔ امداد کی کارروائی کا خلاصہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

لندن یونیورسٹی کے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز (مدرسہ السنہ مشرقیہ) کی جانب سے مالی امداد منظور کئے جانے کے لئے آصف سابع کی خدمت میں ایک درخواست روانہ کی گئی جسے آصف سابع نے بذریعہ فرمان مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

م ۹ / اکٹوبر ۱۹۲۷ء واپس کرتے ہوئے اس بارے میں باب حکومت (کابینہ) کی رائے طلب کی ۔ باب حکومت نے اپنے اجلاس میں غور و خوض کے بعد یہ قرار داد منظور کی کہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کو سردست تین سال کے لئے پانچ سو پونڈ سالانہ کی امداد مناسب ہے ۔ جب اس بارے میں ایک عرضداشت مورخہ ۴ / اگسٹ ۱۹۲۸ء آصف سابع کی خدمت میں پیش کی گئی تو آصف سابع نے اپنے فرمان مورخہ ۱۶ / اگسٹ ۱۹۲۸ء کے ذریعہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کے لئے پانچ سو پونڈ سالانہ تین سال کے لئے منظور کئے ۔

مذکورہ بالا فرمان کی تعمیل میں مدرسہ مذکور کو پانچ سو پونڈ روانہ کے گئے جس پر ڈائرکٹر اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز ، لندن یونیورسٹی نے ایک مراسلہ مورخہ ۱۸ / سپٹمبر ۱۹۲۸ء صدر المہام فینانس کے نام روانہ کیا جس میں امداد کی منظوری پر آصف سابع کی خدمت میں اپنا عقیدت مندانہ شکریہ ادا کرنے کی درخواست کی ۔ بعد ازاں مدرسہ مذکور کے ڈائرکٹر نے اپنے دوسرے مراسلے مورخہ ۲۵ / اکٹوبر ۱۹۲۸ء موسومہ صدر المہام فینانس کے ذریعہ اطلاع دی کہ اس گراں قدر عطیہ کی منظوری کی اطلاع مدرسہ مذکور کی مجلس انتظامی کو دی گئی تھی جس پر مجلس مذکور نے شکریہ کا رزولیوشن منظور کیا تھا ۔ اس رزولیوشن کی نقل اپنے مراسلے میں نقل کرتے ہوئے ڈائرکٹر نے استدعا کی کہ اسے آصف سابع کی خدمت میں پیش کیا جائے ۔ شکریے کے دونوں مراسلے علحدہ علحدہ عرضداشتوں کے ذریعہ آصف سابع کے ملاحظے میں پیش کئے گئے ۔

جب منظورہ عطیے کی مدت ختم ہونے کے قریب تھی تو سرہار کورٹ بٹلر نے ایک مراسلہ مورخہ ۲۹ / جولائی ۱۹۳۱ء روانہ کیا جس میں انھوں نے لکھا کہ اسکول کی مجلس انتظامی کے صدر کی حیثیت سے ان کی یہ درخواست ہے کہ آصف سابع نے اس مدرسہ کے لئے جو فیاضانہ عطیہ منظور کیا تھا وہ بدستور جاری رہے کیونکہ آصف سابع نے اپنی دریادلی سے اس مدرسہ کے لئے جو پانچ سو پونڈ سالانہ کی امداد تین سال کے لئے منظور کی تھی اس کی مدت قریب الختم ہے ۔ مدرسہ کی کارکردگی کے بارے میں ڈائرکٹر نے اطلاع دی کہ مدرسہ کا کام عمدہ طور پر چل رہا ہے ۔ سال گذشتہ ۵۵۰ طلبہ اس اسکول میں شریک تھے جن میں ۸۷ طلبہ نے عربی ، ۴۰ طلبہ نے فارسی اور ۴۴ طلبہ نے

اردو کی تعلیم بحیثیت مضمون حاصل کی۔ اس کے علاوہ اسلامی علم و ادب پر بھی خاص لکچروں کا اہتمام کیا گیا تھا نیز تحقیقی کام بھی بہت ہوا ہے۔ اپنے مراسلے کے آخر میں انھوں نے لکھا کہ انھیں معلوم ہے کہ آصف سابع کے عمومی فیضان سے بہت سے ادارے استفادے کے متمنی رہتے ہیں تاہم وہ امید کرتے ہیں کہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز پر آصف سابع توجہ مبذول فرمائیں گے جن کی جانب سے ریاست حیدرآباد اور بیرون ریاست کے اعلیٰ تعلیمی اداروں کی بہت سرپرستی کی گئی ہے۔

سرہار کورٹ بٹلر کے مندرجہ بالا مراسلے پر ناظم تعلیمات نے اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا کہ مدرسہ مذکور کے حالات اور ترقی کے پیش نظر موجودہ امداد میں تین سال کی توسیع منظور کی جاسکتی ہے۔ معتمد تعلیمات نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ صدر المہام فینانس نے لکھا کہ سرہار کورٹ بٹلر کے مراسلے کے پیش نظر ۵۰۰ پونڈ سالانہ کی امداد مزید تین سال تک جاری رکھنے سے سررشتہ فینانس کو اختلاف نہیں ہے۔ صدر المہام تعلیمات نے تحریر کیا کہ رپورٹ سے ظاہر ہے کہ اسکول کی کارکردگی اطمینان بخش ہے اس لئے انھیں مقررہ امداد مزید تین سال تک جاری رکھنے سے اتفاق ہے۔ جب یہ کارروائی باب حکومت کے اجلاس منعقدہ یکم اگست ۱۹۳۲ء میں پیش ہوئی تو اس اجلاس میں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز، لندن کو پانچ سو پونڈ سالانہ کی بجائے ڈہائی سو پونڈ سالانہ امداد آئندہ تین سال کے لئے جاری رکھنے کے بارے میں قرارداد منظور ہوئی مہاراجہ سرکشن پرشاد صدراعظم نے ایک عرضداشت مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۳۲ء میں سرہار کورٹ بٹلر کے مراسلے کا خلاصہ، اس پر پیش کردہ سفارشات اور باب حکومت کی قرارداد درج کرکے اسے آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کیا۔ آصف سابع نے باب حکومت کی قرار دادا کو منظوری دی اور اس بارے میں آصف سابع کا یہ فرمان مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۲ء صادر ہوا "کونسل کی رائے مناسب ہے۔ حسبہ مذکور مدرسہ کو مزید تین سال تک پانچ سو پونڈ کے عوض ڈہائی سو پونڈ سالانہ کی امداد دی جائے"۔

اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کو چھ سال تک امداد جاری رہی۔ اس کے بعد سرہار کورٹ بٹلر نے پھر اپنا ایک معروضہ آصف سابع کی خدمت میں روانہ کیا جس کے ساتھ ایک مطبوعہ اپیل (appeal) بھی منسلک تھی۔ اپنے معروضے میں سرہار کورٹ

بٹلر نے لکھا کہ انھیں آصف سابع کو مزید عطیہ کے لئے زحمت دیتے ہوئے ہچکچاہٹ کا احساس ہو رہا ہے لیکن وہ یہ بات آصف سابع کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ انگلستان میں السنہ مشرقیہ کی ترقی کا یہ بہت اچھا موقع ہے ۔ چونکہ آصف سابع نے ہندوستان میں اشاعت ہ علم کے لئے غیر معمولی سرپرستی کی ہے اور حیدرآباد میں قیام جامعہ عثمانیہ سے ایک عدیم المثال نظیر قائم کی ہے اس لئے ان کو توقع ہے کہ ان کی پیش کردہ اپیل پر مناسب غور کیا جائے گا ۔ اپیل میں یہ بتایا گیا تھا کہ مدرسہ کے لئے ایک عمارت دوسرے مقام پر تعمیر کی جانے والی ہے جس کے لئے مجموعی طور پر دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ کا صرفہ عائد ہونے کا اندازہ ہے ۔ موجودہ عمارت اور اراضی کی فروخت سے ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ وصول ہونے کی توقع ہے ۔ بقیہ رقم ایک لاکھ پونڈ چندے کے ذریعہ وصول کی جارہی ہے ۔ سررشتہ تعلیمات نے اس بارے میں اس رائے کا اظہار کیا کہ سرہار کورٹ بٹلر کو اخلاقاً نفی میں جواب دینا مناسب ہے ۔ سررشتہ فینانس نے لکھا کہ اس اسکول کو کم و بیش پینتیس ہزار روپے سکہ عثمانیہ کی امداد جاچکی ہے جو کافی و معقول خیال کی جاسکتی ہے ۔ مزید امداد کا دیا جانا باب حکومت کی صوابدید پر منحصر ہے ۔ باب حکومت کے اجلاس میں بھی امداد دئے جانے کے بارے میں کوئی قرار داد منظور نہیں ہوئی اور یہ رائے ظاہر کی گئی کہ مدرسہ مذکور کی کافی امداد ہوچکی ہے ۔ جب اس کارروائی کی تمام تفصیلات بذریعہ عرضداشت مورخہ ۴ / دسمبر ۱۹۳۴ء آصف سابع کی خدمت میں پیش ہوئیں تو انھوں نے اپنے فرمان مورخہ ۱۵ / اپریل ۱۹۳۵ء کے ذریعہ حکم دیا کہ اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز کو کسی امداد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قبل ازیں کافی رقم دی جاچکی ہے ۔ اس حکم کی تعمیل میں امداد مسدود کردی گئی لیکن کچھ عرصہ بعد سرڈینیسن راس ، ڈائریکٹر اسکول اورینٹل اسٹڈیز کی یادداشت مورخہ ۱۸ / نومبر ۱۹۳۶ء وصول ہوئی جس میں اطلاع دی گئی کہ مدرسہ مذکور کے شعبہ اردو کے لئے ریڈر شپ کے قیام کی تجویز ہے جسے دی نظامس ریڈر شپ ان اردو (The Nizam.s Readership in Urdu) کے نام سے موسوم کیا جائے گا ۔ یہ اطلاع دیتے ہوئے استدعا کی گئی کہ اس کے لئے مالی امداد منظور کی جائے اور اگر اس درخواست کو منظوری حاصل نہ ہوسکے تو سابق میں چھ سال تک جو امداد فیاضانہ طور پر دی گئی تھی

اس کو بحال کیا جائے ۔ اس یادداشت کے بارے میں صدرالمہام تعلیمات نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا کہ ان کے خیال میں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز، لندن یونیورسٹی میں اردو ریڈرشپ کے قیام میں مدد دینا مناسب ہوگا کیونکہ اردو زبان کی سرپرستی کرنا اس ریاست کی مستقل پالیسی ہے ۔ انھوں نے مدرسہ مذکور کی امداد کو اردو ریڈرشپ کے لئے ازسرنو تازہ کرنے کے لئے اپنی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے دریافت کیا کہ سررشتہ فینانس کو کس قدر امداد منظور کرنے سے اتفاق ہے اور آیا یہ امداد درس گاہ مذکور کے شعبہ عربی کے لئے عطا کی جائے یا شعبہ اردو کے لئے ۔ سررشتہ فینانس نے اس بارے میں اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا کہ سابقہ امداد کے بحال رکھے جانے سے سررشتہ ہذا کو کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ یہ امداد آیا شعبہ اردو کے لئے ہو یا شعبہ عربی کے لئے اس کی نسبت باب حکومت سے جو تصفیہ کیا جائے گا اس سے سررشتہ فینانس اتفاق کرے گا ۔ جب یہ کارروائی باب حکومت کے اجلاس منعقدہ ۵ / اگست ۱۹۳۷ء میں پیش ہوئی تو اس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ ڈھائی سو پونڈ سالانہ کی امداد اردو چیئر (Chair) کے لئے مرحمت کی جاسکتی ہے ۔ سر اکبر حیدری صدر اعظم نے عرضداشت مورخہ ۲۴ / اگست ۱۹۳۷ء میں سرڈینیسن راس کی یادداشت کا خلاصہ، اس پر صدرالمہام تعلیمات و سررشتہ فینانس کی رائے اور باب حکومت کی منظورہ قرارداد درج کرکے اسے آصف سابع کے ملاحظے اور احکام کے لئے پیش کیا ۔ آصف سابع نے باب حکومت کی قرارداد منظور کرتے ہوئے حسب ذیل فرمان مورخہ ۱۶ / سپتمبر ۱۹۳۷ء صادر کیا ۔

" کونسل کی رائے کے مطابق مدرسہ مذکورہ میں اردو ریڈرشپ بنام (The Nizam,s Readership in Urdu) قائم کرنے کے غرض سے ڈھائی سو پونڈ سالانہ ہماری گورنمنٹ کی طرف سے منظور کئے جائیں " ۔

ماخذ

Instalment No. 82, List No. 3, Serial No.120

مقدمہ :- نسبت خط چیرمن برائے امداد ہاسپٹل متعلقہ امراض بینی و گوش لندن - مدرسہ السنہ شرقیہ لندن - تعمیر دواخانہ بیت المقدس - تعمیر دار الاقامہ نرسس لندن -

فرمان

ملاحظہ :- عرضداشت صیغہ تعلیمات معروضۂ ۱۷- جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ جو مدرسۃ السنۂ مشرقیۂ لندن کی امداد کے نسبت سر ڈینس راس کی درخواست کے متعلق ہے -

حکم :- کونسل کی رائے کے مطابق مدرسۂ مذکور میں اردو ریڈر شپ بنام (The Nizam's Readership in Urdu) قائم کرنے کی غرض سے ڈھائی سو پونڈ سالانہ ہماری گورنمنٹ کی طرف سے منظور کیے جائیں -

(شرح دستخط مبارک)

۱۰- رجب المرجب ۱۳۵۶ھ

نقل مطابق اصل

معتمد

ادارۂ ادبیات اردو

ریاست حیدرآباد کے آخری دو حکمرانوں نواب میر محبوب علی خان آصف سادس اور نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کے بارے میں عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ ان کے در سخاوت بیرونی اور غیر ملکی شخصیتوں اور بیرون ریاست کے اداروں کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے تھے اور نہایت فراخ دلی کے ساتھ نوازش و کرم کی بارش ہوا کرتی تھی لیکن ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کی حیات اور کارناموں پر نظر ڈالیں اور خاص کر ادارہ ادبیات اردو کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس فیاضی کا مظاہرہ استحقاق کی بنیاد پر کیا جاتا تھا نہ کہ امتیاز کی بنیاد پر۔ اندرون ریاست کام کرنے والی ملکی شخصیتوں اور اداروں نے اس مدد و تعاون سے کم یا بہت کم استفادہ کیا تو اس کے اسباب دوسرے تھے۔ یہ اسباب و حقائق اس مضمون کا موضوع نہیں ہیں لیکن جہاں تک ڈاکٹر زور بانی ادارہ ادبیات اردو اور معمار ایوان اردو کا تعلق ہے سرزمین دکن پر ان کے فقید المثال کارناموں میں یہ کارنامہ بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا کہ انھوں نے اپنے ادارے کے لئے اور اس کی عمارت کی تعمیر کے لئے جہاں دیگر وسائل سے استفادہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی حکومت ریاست حیدرآباد سے بھی خاطر خواہ امداد حاصل کی اور اس امداد میں اضافے کے سلسلے میں بھی اپنی جد و جہد کو کامیاب بنایا۔ سابق ریاست حیدرآباد کے آخری دور میں حالات مشکل اور نامساعد نہ ہوتے تو یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ وہ اُس ادارے کو اس دور میں ہی مزید غیر معمولی ترقی دینے میں کامیاب رہتے۔ اردو زبان و ادب کی اس فعال شخصیت کی ان کاوشوں کی تفصیلات آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے محافظ خانے کے ریکارڈ میں دستیاب ہیں۔

ڈاکٹر زور کی درخواستوں پر ادارہ ادبیات اردو کی امداد میں اضافہ اور پریس خریدنے کے لئے پچاس ہزار روپے کی امداد منظور ہوئی تھی۔ ذیل میں ان کارروائیوں کا خلاصہ اور امداد سے متعلق معلومات پیش کی جارہی ہیں۔ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد کی امداد سے متعلق ادارے کے معتمد اعزازی سید محی الدین قادری زور نے ۱۹۴۳ء میں حکومت ریاست حیدرآباد کے نام اپنی ایک درخواست میں لکھا تھا کہ یہ ادارہ گزشتہ بارہ سال سے اردو کی ہمہ جہتی خدمت انجام دے رہا ہے۔ ادارے کے ملیے کا بڑی حدتک خانگی عطیوں پر انحصار ہے۔ صرف گزشتہ تین سال سے محکمہ تعلیمات سے تین ہزار دوسو روپے سالانہ امداد مل رہی ہے جبکہ ادارہ اردو کی خدمت کے لئے گزشتہ چار سال میں اوسطاً بارہ ہزار روپے سالانہ خرچ کرتا رہا۔ اگر حکومت کی جانب سے اس ادارے کو قابل لحاظ سالانہ امداد عطانہ کی جائے اور اس کے لئے ایک سرکاری عمارت فراہم نہ کی جائے تو ادارے کی کارکردگی اور سرگرمی باقی نہیں رہ سکتی۔ یہ ادارہ ہندوستان کے مشترکہ قومی تمدن اور اردو زبان کی خدمت بلالحاظ مذہب و ملت انجام دے رہا ہے۔ چنانچہ اس کے ارباب کار میں حیدرآباد اور دیہات کے سینکڑوں غیر مسلم اصحاب بھی شریک ہیں۔ ادارے کے نو مختلف شعبوں کی ترقی کے لئے بھاری رقومات درکار ہیں۔ ان نو شعبوں میں تعلیم بالغان، اشاعت کتب، قیام کتب خانہ، تحفظ علمی و ادبی آثار، میوزیم، شعبہ نسوان، تیاری اردو انسائیکلو پیڈیا، ماہ نامے کی اشاعت اور دفتری کاروبار کے شعبے شامل ہیں۔ ایسے وسیع اور عمدہ خدمات کے پیش نظر ادارہ کا سالانہ موازنہ کم ازکم پچاس ہزار روپے سالانہ ہونا چاہیئے تاکہ بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس میں توسیع وترقی کی گنجائش رہے۔ فی الحال حکومت کی جانب سے بتیس ہزار روپے سالانہ کی مالی امداد اس علمی و ادبی ادارے کی ترقی کا باعث ہوگی اور یہ امر حکومت کے لئے دشوار نہیں ہے کیونکہ حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے بیرون ریاست کے متعدد اداروں کو اس سے بھی زیادہ سالانہ امداد دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر زور کی درخواست پر معتمد تعلیمات نے اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ ادارہ اردو زبان کی خدمت کررہا ہے اور اپنی افادیت کا ثبوت دے رہا ہے اس لئے یہ ادارہ امداد کا مستحق ہے۔ علم وادب کی سرپرستی حکومت کا طرہ امتیاز رہی ہے۔ اس ادارے کی

مد د حکومت ریاست حیدرآباد کی روایات کے مطابق ہوگی ۔ لہذا اس ادارے کو سالانہ بارہ ہزار روپے امداد کی منظوری مناسب ہوگی جو اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ اس کا کام حکومت کی رائے میں تشفی بخش ہو ۔ امداد کی یہ شرط بھی ہونی چاہئیے کہ اس ادارے کی اعلیٰ ترین مجلس میں بالالتزام جامعہ عثمانیہ کا ایک نمائندہ منظورہ سرکار اور ناظم تعلیمات بحیثیت رکن شریک رہیں نیز ادارے کے کتب خانے یا علمی ذخیرے سے محققین ادب اور تاریخ کو استفادے اور ریسرچ کا موقع منظورہ شرائط کے تحت دیا جائے ۔ یہ شرط اس لئے بھی ضروری ہے کہ حال ہی میں انڈین ہسٹاریکل ریکارڈز کمیشن نے اس امر پر زور دیا ہے کہ ایسے امدادی اداروں کے ساتھ یہ شرط عائد کرنا تحقیقی کاموں کے لئے ضروری ہے جن کے پاس کوئی علمی یا تاریخی ذخیرہ موجود ہو اور اس ادارے میں اس وقت ایسا ذخیرہ موجود ہے ۔ اس کے علاوہ مجوزہ اضافہ رقم کی نسبت یہ پابندی بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس کا نصف حصہ ایک بلڈنگ فنڈ کے لئے مختص کردیا جائے جو ادارے کی نئی اور مستقل عمارت کی تعمیر اور اس کے فرنیچر خصوصاً اس کے کتب خانے کے فرنیچر کے لئے محفوظ رہے ۔ سررشتہ فینانس نے ادارہ ادبیات اردو کو تین ہزار دو سو روپے سالانہ کی موجودہ مالی امداد کی بجائے دس ہزار روپے سالانہ امداد دینے سے اس شرط کے ساتھ اتفاق کیا کہ اس ادارے کی کارکردگی آئندہ بھی حکومت کے نزدیک اطمینان بخش رہے گی اور ادارہ اپنی مطبوعات کے دو دو نسخے سررشتہ تعلیمات کو فراہم کرے گا ۔ اس کے حسابات کی باضابطہ تنقیح دفتر صدر محاسبی سے کرائی جائے گی اور ادارے کی سالانہ رپورٹ سررشتہ تعلیمات میں داخل کی جائے گی ۔ اس سال یہ اضافہ زائد از موازنہ اور آئندہ سال شریک موازنہ کیا جائے ۔ باب حکومت (کابینہ) نے اس کارروائی کے پیش ہونے پر ادارہ ادبیات اردو کو موجودہ تین ہزار دو سو روپے سالانہ کی بجائے دس ہزار روپے سالانہ امداد جاری کرنے کی سفارش کی نیز باب حکومت نے معتمد تعلیمات اور سررشتہ فیناس کی جانب سے تجویز کردہ شرائط سے بھی اتفاق کیا ۔ نواب میر عثمان علی خان آصف سابع نے باب حکومت کی رائے کے مطابق فرمان مورخہ ۲۴/ جنوری ۱۹۴۴ء کے ذریعہ ادارہ ادبیات اردو کی امداد کو بشرائط مجوزہ تین ہزار دو سو روپے سے بڑھا کر دس ہزار روپے سالانہ کردینے کی منظوری دی

ادارے کی امداد میں اضافہ منظور ہونے کے تقریباً ڈھائی سال بعد ڈاکٹر زور نے ایک اور درخواست حکومت ریاست حیدرآباد کو پیش کی جس میں انھوں نے لکھا کہ اس ادارے کی جانب سے مختلف علمی و ادبی موضوعات پر اب تک ڈیڑھ سو کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور نو سال سے ہر ماہ دو رسالے شائع کئے جارہے ہیں ۔ روز بروز بڑھتی ہوئی طباعتی ضروریات کے پیش نظر ادارے کو ایک اعلیٰ پایے کے ٹائپ پریس کی شدید ضرورت ہے اور اس کے لئے ادارے نے رقم جمع کرنی شروع کر دی ہے ۔ توقع ہے کہ ادارہ پبلک چندوں سے پچاس ہزار روپے کی رقم جمع کر سکے گا ۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک اچھے پریس کے لئے ایک لاکھ روپے سے زیادہ صرفہ ہو گا اس لئے حکومت سے استدعا ہے کہ مطبع کے قیام کے لئے پچاس ہزار روپے کی امداد منظور کرے ۔ صدر المہام فینانس نے اس درخواست پر رائے دیتے ہوئے لکھا کہ ادارہ ادبیات اردو مفید خدمات انجام دے رہا ہے اور اس ادارے میں ایک اچھے مطبع کے قائم ہو جانے سے اردو ادب کی توسیع و اشاعت میں بڑی مدد ملے گی ۔ جہاں تک ان کے ذاتی تجربے کا تعلق ہے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حیدرآباد میں طباعت کی اطمینان بخش سہولتیں میسر نہیں ہیں ۔ اگر جدید طرز کے مطبع کو قائم کرنے میں امداد دی جائے تو اس میں نہ صرف عوام بلکہ حکومت کا بھی فائدہ مضمر ہے ۔ اس لئے یہ امداد حسب ذیل شرائط کے تحت منظور کی جا سکتی ہے ۔

۱۔ امداد کی رقم ادارے کی طرف سے جمع کردہ رقم سے متجاوز نہ ہو گی ۔

۲۔ امداد کی رقم کسی صورت میں بھی پچاس ہزار سے زائد نہ ہو گی ۔

۳۔ ادارے کو مجموعی خرچ سے متعلق تفصیلی تختے جات پیش کرنے ہوں گے ۔

۴۔ عائد شدہ اخراجات کی تنقیح حکومت کی جانب سے ہوا کرے گی ۔

۵۔ امداد کی رقم یکمشت ادا نہیں کی جائے گی بلکہ جتنی بھی اور جب بھی ضرورت ہو گی رقم کی ادائیگی عمل میں آئے گی ۔ صدر المہام تعلیمات نے صدر المہام فینانس کی رائے سے اتفاق کیا ۔ باب حکومت کے اجلاس میں صدر المہام فینانس کی رائے کے مطابق امداد کی منظوری صادر کرنے کے بارے میں قرار داد منظور کی گئی ۔ اس قرار داد پر نواب میر عثمان علی خاں آصف سابع نے اپنے فرمان مورخہ ۲۳ / سپتمبر ۱۹۴۶ء سے

ذریعہ ہدایت دی کہ ادارہ ادبیات اردو کو سررشتہ فینانس کی پیش کردہ شرائط پر مجوزہ امداد دی جائے۔

پریس کے قیام کی غرض سے حکومت کی اس پچاس ہزار روپے کی منظورہ امداد سے استفادہ نہیں کیا جاسکا کیونکہ اس سلسلے میں شرط عائد کردی گئی تھی کہ ادارے کی جانب سے جمع کردہ رقم کی مساوی رقم حکومت کی جانب سے جاری کی جائے گی۔ یہ رقمی منظوری سپٹمبر ۱۹۴۶ء میں دی گئی تھی اس وقت اور اس کے دو سال کے دوران ریاست جن حالات سے دوچار تھی ان حالات میں علمی، ادبی اور تہذیبی سرگرمیوں کا سنجیدگی کے ساتھ جاری رہنا بے حد مشکل تھا۔ ادارے کی جانب سے شائع کردہ ایک کتابچے "ادارہ ادبیات اردو کے تیئیس سال" میں لکھا ہے "۱۹۴۷ء تا ۱۹۴۹ء تک کا دور ادارے کے لئے بڑا نازک دور رہا۔ اصلاع کی شاخیں تقریباً معطل ہوگئیں۔ کتابوں کی اشاعت اور امتحانات کے کاروبار بھی متاثر ہوئے اور نتیجۃً ادارے کی ترقی کی رفتار میں ٹھیراؤ پیدا ہوگیا"۔ ظاہر ہے ان حالات میں ادارے کی جانب سے پریس کے قیام کے لئے چندوں سے رقم اکٹھا کرنا ممکن نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت سے اس سلسلے میں مساوی رقم یا Matching grant حاصل نہیں کی جاسکی۔

ایوان اردو کی خوبصورت عمارت کی تعمیر میں حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے محفوظ کی گئی رقم کام آئی۔ جنوری ۱۹۴۴ء میں ادارہ ادبیات اردو کی امداد بڑھا کر دس ہزار روپے سالانہ کردی گئی تھی مگر اس رقم کا نصف حصہ بلڈنگ فنڈ کے لئے مختص تھا چنانچہ ۱۹۴۴ء تا ۱۹۴۸ء پانچ ہزار روپے سالانہ بلڈنگ فنڈ میں محفوظ کئے جاتے رہے۔ ایوان اردو کی عمارت جس زمین پر کھڑی ہے وہ ڈاکٹر زور کی اہلیہ کی ملک تھی۔ ان کی جانب سے یہ اراضی بطور عطیہ دی گئی۔ اس کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر کے لئے وہ رقم جو ۵ سال سے اس مقصد کے لئے حکومت کی طرف سے محفوظ کی جاتی رہی تھی حاصل کرلی گئی۔ ڈاکٹر زور نے ایوان اردو کی افتتاحی تقریب منعقدہ ۲۲ / مارچ ۱۹۶۰ء میں جو تقریر کی تھی اس میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ حکومت ریاست حیدرآباد کی متذکرہ امداد اس عمارت کے جملہ مصارف کا صرف ایک حصہ تھی دیگر مصارف کی پابجائی دوسرے وسائل سے کی گئی جن میں عطیہ اراضی بھی شامل ہے

ماخذ

1- Instalment N0. 88, List 6, Serial No. 99

مقدمہ :۔ منظوری اضافہ امداد ادارہ ادبیات اردو

2 - Instalment No. 88, List 8, Serial No. 381

مقدمہ :۔ امداد ادارہ ادبیات اردو نسبت قیام مطبع

فرمان

بملاحظہ :۔ عرضداشت صیغہ تعلیمات معروضہ ۲۷- ذی الحجۃ الحرام سنہ ۱۳۶۲ھ جو ادارہ ادبیات اردو کی امداد میں اضافہ کرنے کی نسبت ہے۔

حکم :۔ کونسل کی رائے کے مطابق مذکورا دارہ کی موجودہ امداد ۳,۲۰۰ سالانہ کے بجائے ۱۰,۰۰۰ سالانہ امداد بشرائط مجوزہ مقررہ کی جائے اور سال حال اسکی اجرائی زائد از موازنہ کی جائے۔

۲۷- محرم الحرام سنہ ۱۳۶۳ھ

علی گڑھ میں میڈیکل کالج
کے
قیام کے لئے عطیہ

سابق ریاست حیدرآباد کی حکومت نے اپنے حکمران نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کی گہری شخصی دلچسپی کے نتیجے میں جامعہ عثمانیہ قائم کی جو برصغیر کی تاریخ میں اپنی طرز کی منفرد جامعہ تھی جہاں ایک ہندوستانی زبان کو جامعاتی سطح پر ذریعہ تعلیم بنانے کا عظیم تجربہ کیا گیا تھا۔ اس جامعہ نے خطہ دکن میں علم و فن کے مینارہ نور کی حیثیت سے ہر طرف روشنی پھیلائی اور اس کے قیام کے ساتھ ہی یہ خطہ نئی تہذیب اور ترقی کے اس عہد کی دہلیز پر پہنچ گیا جس کی کرنیں مغرب سے مشرق کی طرف ہمارے ملک کے بعض حصوں میں پہلے ہی پہنچ چکی تھیں۔ بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ ریاست حیدرآباد نے علم و تہذیب کی دنیا کو جامعہ عثمانیہ ہی نہیں دی بلکہ اپنے طرز کی قومی تعلیم میں عظیم اور تاریخ ساز کردار ادا کرنے والے ادارے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی بھی اس کے آغاز سے اس کی توسیع اور ترقی میں اہم ترین رول مالی امداد اور سرپرستی کے ذریعہ ادا کیا۔ تقریباً نصف صدی پہلے تک یہ جو سلسلہ جاری رہا اس دوران میں حیدرآباد سے بھیجی گئی لاکھوں کی امداد آج کے قدر زر کے حساب سے کروڑوں پر بھاری ہے۔

سابق ریاست حیدرآباد نے بیرونی ریاست کے جن تعلیمی اداروں کو مالی امداد دی ان میں سب سے زیادہ مالی امداد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو دی گئی۔ سرسید احمد خان کے خوابوں کی تعبیر ۱۸۷۵ء میں ایک ابتدائی مدرسے مدرستہ العلوم علی گڑھ کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔ اسی وقت سے حکومت ریاست حیدرآباد اس مدرسے کے لئے یکمشت اور مستقل سالانہ امداد دیتی رہی جس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا۔ آخری

آصف جاہی حکمران نواب میر عثمان علی خان آصف سابع کے دور حکمرانی میں علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام اور اس کی توسیع و ترقی کے لئے کئی بار گراں قدر عطیے جاری کئے گئے جن میں ۱۹۱۲ء اور ۱۹۳۰ء میں دئے گئے پانچ لاکھ اور دس لاکھ روپے کے عطیے قابل ذکر ہیں ۔ ان گرانقدر عطیوں کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے ۱۹۴۵ء میں میڈیکل کالج کے قیام کے لئے مزید امداد جاری کرنے کی استدعا کی ۔ اس مضمون میں اسی میڈیکل کالج کے لئے حکومت ریاست حیدرآباد کی جانب سے دی گئی دس لاکھ روپے کی امداد کے بارے میں تفصیلات پیش کی جارہی ہیں جو آندھراپردیش اسٹیٹ آرکائیوز کے ریکارڈ کے مواد پر مبنی ہیں ۔ یہ مواد پہلی بار منظر عام پر آرہا ہے ۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین ، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے احمد سعید خان نواب چھتاری ، صدر اعظم ریاست حیدرآباد کے نام اپنے طویل انگریزی مکتوب مورخہ ۲۸ / اگست ۱۹۴۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو مختلف موقعوں پر ریاست حیدرآباد سے دی گئی مالی امداد کا تذکرہ کرتے ہوئے میڈیکل کالج کے قیام کے لئے مزید امداد منظور کرنے کی درخواست کی ۔ اس خط کا اردو خلاصہ کچھ اس طرح ہے ۔ " علی گڑھ میں کالج قائم کرنے کا سرسید احمد خان کا خواب صرف اس فیاضانہ امداد کی وجہ سے پورا ہوا تھا جو کہ انھیں ریاست حیدرآباد سے ملی تھی ۔ اس کے بعد ایم ۔ اے او کالج کے ارتقاء کے ہر مرحلے پر آصف جاہی حکمران نے اپنی شاہانہ فیاضی کا ٹھوس اور واضح ثبوت دیا ۔ علیگڑھ میں یونیورسٹی کے قیام کے لئے تیس لاکھ روپے کا سرمایہ درکار تھا ۔ اس موقع پر آصف سابع نے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا ۔ اسی طرح پرنس آف ویلز سائنس کالج کا قیام اسی وقت عملی شکل اختیار کرسکا جب کہ آصف سابع نے دس لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ منظور کیا ۔ ہم نے ہمیشہ اپنی شدید ضرورت کے موقع پر حیدرآباد کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھا اور آج ہم جو کچھ بھی ہیں وہ بڑی حدتک آصف سابع کی سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے ہیں ۔ اس وقت ملک میں آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ڈاکٹروں ڈنٹل سرجنوں اور نرسوں کی تعداد بہت کم ہے ۔ بھور کمیٹی (The Bhore Committee) کا یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ ہندوستان میں موجودہ بارہ میڈیکل کالجوں کی بجائے ایک سو میڈیکل کالج بھی کچھ زیادہ نہیں ہوں گے ۔ ان حالات کے پیش نظر علی

گڑھ میں ایک میڈیکل کالج بشمول انسٹیٹوٹ فار ٹرینینگ آف نرسس کا قیام اہم اور حقیقی ضرورت ہے ۔ ہماری یونیورسٹی کے ۴۵۰۰ طلبہ میں سے ۷۰۰ سے زیادہ طلبہ حیدرآبادی ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حیدرآبادیوں کی ایک بڑی تعداد میڈیکل کالج کی طرف متوجہ ہوگی ۔ نواب میر عثمان علی خان آصف سابع پہلی بار ۱۹۱۸ء میں علی گڑھ تشریف لائے تھے اس کے بعد سے حیدرآباد اور علی گڑھ اتنے قریب آگئے ہیں کہ آج ریاست حیدرآباد کے سرکاری محکمہ جات میں علی گڑھ کے قدیم طلبہ کی بڑی تعداد موجود ہے ۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی گولڈن جوبلی کے موقع پر اس سال ایک میڈیکل کالج کھولنے کی تجویز ہے ۔ اس مقصد کے لئے ایک کروڑ روپے کی خطیر رقم درکار ہے ۔ میڈیکل کالج کے قیام کے لئے اب تک جو تیس لاکھ روپے کی رقم جمع کی جاچکی ہے اس میں نواب آف بھوپال نے دو لاکھ ، نواب آف بھاولپور نے دو لاکھ ، مہاراجا آف دربھنگہ نے ایک لاکھ ، خیرپور اسٹیٹ نے ایک لاکھ ، مہاراجا آف جودھپور نے پچاس ہزار اور مہاراجا آف کشمیر نے پچیس ہزار روپے کے عطیے دیئے ہیں ۔ ہم حکومت ریاست حیدرآباد سے مالی امداد حاصل کرنے میں بڑے خوش قسمت رہے ہیں اور پھر ایک بار ہماری نظریں ہمارے محبوب اور ممتاز چانسلر (آصف سابع) پر لگی ہوئی ہیں جو مادر وطن کے ہر فرزند کے لئے باعث فخر اور وجدان کا سرچشمہ ہیں ۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین ، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تحریک کی تائید میں وائسرے کی ایگزیکٹیو کونسل کے حسب ذیل ارکان نے پرزور سفارشی خطوط لکھے ۔

۱۔ سر سلطان احمد (اطلاعات و نشریات)
۲۔ ملک فیروز خان نون (دفاع)
۳۔ خان بہادر سر محمد عثمان (ڈاک و ہوائیہ)
۴۔ سر جے ۔ پی ۔ سریواستوا (اغذیہ)
۵۔ سر جوگندر سنگھ (تعلیم ، صحت اور اراضیات)
۶۔ سر محمد عزیز الحق (تجارت ، صنعتیں اور سیول سپلائز)
۷۔ ڈاکٹر این ۔ بی ۔ کھرے (کامن ویلتھ تعلقات)
۸۔ سر کونراڈ کارفیلڈ (سیاسی مشیر)

وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی کی درخواست ۴ اور وائسرے کی ایگزیکٹو کونسل کے ارکان کے سفارشی خطوط کے بارے میں باب حکومت (کابینہ) کے اجلاس میں طے کیا گیا کہ آصف سابع کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا جو خاص تعلق آصف سابع اور ریاست حیدرآباد سے رہا ہے اور وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی کی درخواست کے ساتھ جو سفارشی خطوط منسلک ہیں ان کا لحاظ کرتے ہوئے میڈیکل کالج کے قیام کے لئے حیدرآباد کی جانب سے دس لاکھ روپے سکہ کلدار زائد از موازنہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ منظور کئے جائیں تو مناسب ہوگا۔

۱۔ کالج کے قیام اور بعد میں اس کے کاروبار چلانے کا کام ایک انتظامی اور تعلیمی کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

۲۔ انتظامی کمیٹی مجوزہ کالج کے قیام کے متعلق جملہ مالی منظوریاں دے گی اور موازنہ منظور کرے گی۔

۳۔ تعلیمی کمیٹی میں حکومت حیدرآباد کے محکمہ تعلیمات کے دو نمائندے مقرر کئے جائیں گے اور یہ کمیٹی کالج کے فنی معیار، تعلیمی انتظامات، نصاب اور تقررات اساتذہ و عملہ کی ذمہ دار ہوگی۔

۴۔ مجوزہ کالج کی سالانہ رپورٹ اور حسابات کی تنقیحی رپورٹ ہر سال حکومت حیدرآباد کو روانہ کی جائے گی۔

۵۔ کم از کم دس اور زیادہ سے زیادہ بیس نشستیں حیدرآباد کے طلبہ کے لئے محفوظ کی جائیں گی۔

۶۔ مجوزہ کالج میں جراحی اور میڈیسن کی دو "چیرز" آصف سابع کے نام سے قائم کی جائیں گی۔

احمد سعید خان نواب چھتاری صدر اعظم نے باب حکومت کی متذکرہ بالا قرارداد کو ایک عرضداشت میں درج کرکے اس کے ساتھ ڈاکٹر سرضیاالدین کی درخواست اور سفارشی خطوط کی نقلیں منسلک کرتے ہوئے اسے آصف سابع کے احکام کے لئے پیش کیا۔ آصف سابع نے اس عرضداشت پر اپنے فرمان مورخہ ۲/ اکٹوبر ۱۹۴۵ء کے ذریعہ ہدایت دی "جن شروط پر ہم چندہ دینا چاہتے ہیں یہ پہلے طے کرلئے جائیں۔

اس کے بعد مجھ سے عرض کیا جائے تو جو کچھ چندہ دینا ہوگا یکم جنوری سال نو کو دیا جائے گا"

آصف سابع کی ہدایت کی تعمیل میں باب حکومت کی قرار داد میں مندرج شرائط کے متعلق ڈاکٹر سر ضیاء الدین، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دریافت کیا گیا۔ انھوں نے شرائط کو قبول کرتے ہوئے لکھا کہ جو امداد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے میڈیکل کالج کو آصف سابع عطا فرمائیں وہ ان کے لئے باعث فخر ہوگی اور جو خدمت وہ اہل حیدرآباد کی انجام دیں گے وہ ان کے لئے باعث افتخار ہوگی۔ مجوزہ شرائط کو قبول کرنے کی اطلاع ملنے پر باب حکومت نے اپنے اجلاس میں یہ قرار داد منظور کی کہ وائس چانسلر نے تمام شرائط کو مکمل طور پر قبول کر لیا ہے اس لئے میڈیکل کالج کے قیام کے لئے حیدرآباد کی جانب سے دس لاکھ روپے کلدار زائد از موازنہ بطور عطیہ دینے کی منظوری دی جائے تو مناسب ہوگا۔ آصف سابع نے باب حکومت کی قرار داد کو منظوری دی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں میڈیکل کالج کے قیام کی امداد کے لئے ان کا یہ فرمان مورخہ ۳ / ڈسمبر ۱۹۴۵ء جاری ہوا"۔ کونسل (باب حکومت) کی رائے کے مطابق مذکورہ اغراض کے لئے ہماری گورنمنٹ کی جانب سے دس لاکھ روپے کلدار کا چندہ بشرائط مجوزہ دیا جائے"۔

ماخذ

Instalment No. 88, List No. 7, Serial No. 491

مقدمہ:۔ امداد برائے قیام میڈیکل کالج علی گڑھ

نقل فرمان مبارک اعلیٰحضرت قدر قدرت حضور پرنور بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

بملاحظہ عرضداشت ہائے باب حکومت معروضہ ۱۰ شوال المکرم و ۲۳ ذیحجہ الحرام سنہ ۱۳۶۴ جو مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں میڈیکل کالج کے قیام کے لئے چند شروط پر چندہ دینے کی نسبت ہے۔

حکم :۔ کونسل کی رائے کے مطابق مذکورہ اغراض کے لئے ہماری گورنمنٹ کی جانب سے دس لاکھ روپیہ کلدار کا چندہ بشرائط مجوزہ دیا جائے۔

۲۷ ذیحجہ الحرام سنہ ۱۳۶۴

(دستخط مبارک)

نقل مطابق اصل

[signature]

معتمد